چھٹا
موضوع

بھکتی ـ صوفی روایات

مذہبی عقائد میں تبدیلی اور عقیدت مندانہ متون

(تقریباً آٹھویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک)

باب 4 میں ہم نے دیکھا کہ پہلے ہزار سال عیسوی کے وسط تک آتے آتے برصغیر کے منظرنامے پر مذہبی عمارات، استوپ، وہار اور مندر بکھر گئے۔ اگر یہ عمارتیں کسی مخصوص مذہبی عقائد اور معمولات کی نشانی ہیں تو وہیں دیگر مذہبی عقائد کی ازسرنوتعمیر، ادبی روایات بشمول پُرانوں کی بنیاد پر بھی جن کی موجودہ شکل تقریباً اسی زمانے میں بننا شروع ہوگئی تھی۔ اس کے علاوہ ایسے مذہبی عقائد بھی ہیں جو ادبی اور بصری دونوں ہی دستاویزات میں مجموعی طور پر موہوم ہیں۔

اس عہد کے جدید ادبی ماخذوں میں صوفی سنت شاعروں کی تخلیقات ہیں جن میں انھوں نے عوام کی علاقائی زبانوں میں اپنے خیالات کا بیانیہ اظہار کیا۔ یہ تخلیقات جو زیادہ تر موسیقانہ ہیں شاعر سنتوں کے شاگردوں یا عقیدت مندوں کے ذریعہ ان کی موت کے بعد مرتب کی گئیں۔ یہ روایات سریع الحرکت تھیں۔ عقیدت مندوں کی کئی نسلوں نے بنیادی پیغام کو نہ صرف پھیلایا بلکہ ان خیالات کو جو مختلف سیاسی، سماجی اور ثقافتی تناظر میں مشکوک اور غیر ضروری لگے، انھیں یا تو ترمیم کر دیا، یا حذف کر دیا۔ ان ماخذوں کا استعمال کرنا مؤرخین کے لیے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔

مؤرخین ان سنت شاعروں کے عقیدت مندوں (جو ان کے مذہبی فرقے کے ممبر تھے) کے ذریعہ لکھی گئی، ان کی سوانح حیات یا اولیاء کی کتابوں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہ سوانح حیات ادبی سچائی نہیں ہیں لیکن ان سے یہ علم ہوتا ہے کہ عقیدت مند، ان نئے راستہ بنانے والے مرد و خواتین کی زندگی کو کس طرح دیکھتے تھے۔

جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ یہ ماخذات ایک قوّتِ عمل اور مختلف مناظر نامے کی امتیازی خصوصیات کی دقّتِ نظر مہیا کراتے ہیں۔ آیئے اب ہم اس کے کچھ حصّوں کو نہایت باریکی سے دیکھیں یعنی ان کا مطالعہ کریں۔

شکل 6.1

مانک کو اچکر کی بارھویں صدی میں بنی کانسہ کی مورتی.
یہ شیو کے پیرو کار تھے انھوں نے تمل میں خوبصورت عقیدت مندانہ گیت لکھے ہیں.

© NCERT not to be republished

1. مذہبی عقائداور معمولات کا رنگیں مرقّع

شایداس عہد کی سب سے قابل توجہ خصوصیت ہے کہ ادب اور سنگ تراشی۔ دونوں میں قطار درقطار دیوی دیوتا زیادہ نظر آنے لگتے ہیں۔ ایک سطح پر یہ اس بات کا مظہر ہے کہ وشنو، شیو اور دیوی، جن کو مختلف اشکال میں ظاہر کیا گیا، کی پوجا نہ صرف جاری رہی بلکہ اور زیادہ وسیع ہوگئی۔

1.1 عبادت اور پرستش کی تکمیل

جو مؤرخین اس ترقی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہاں کم ازکم دوطرح کے طریقۂ عمل تھے۔ ایک طریقۂ عمل برہمنی خیالات کی نشرواشاعت تھا۔ اس کی توضیح پوران کی کتابوں کی ترتیب، تدوین اور تحفظ کے ذریعہ ہوئی تھی۔ یہ کتابیں آسان سنسکرت اشعار میں جو عام طور پر ویدک علوم سے خارج عورتوں اور شودروں کے ذریعہ بھی قابل رسائی تھیں۔ اسی عہد کا ایک دیگر طریقۂ عمل تھا عورتوں، شودروں و دیگر سماجی طبقوں کے عقائد اور معمولات کو برہمنوں کے ذریعہ تسلیم کیا جانا اور اس کو ایک نئی شکل عطا کرنا۔ حقیقتاً سماجی علوم کے ماہرین کا خیال ہے کہ پورے برّصغیر میں بہت سے مذہبی عقائد اور معمولات ''عظیم''، سنسکرت۔ پورانی (Puranic) روایات نیز ''ادنیٰ'' روایات کے درمیان ایک مسلسل مکالمے کا نتیجہ ہیں۔

اس طریقہ عمل کی سب سے زیادہ قابل توجہ مثال، پوری (اڈیشہ) میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ جہاں اہم ترین دیوتا کو بارھویں صدی تک آتے آتے جگن ناتھ (لغوی معنی پورے عالم کا آقا) کو وشنو کے ایک روپ کے طور پر شناخت کیا گیا۔

'عظیم' اور 'ادنیٰ' روایات

''عظیم'' اور ''ادنیٰ'' جیسی اصطلاح بیسویں صدی کے سماجی علوم کے ماہر رابرٹ ریڈ فیلڈ کے ذریعہ ایک زرعی سماج کے ثقافتی معمولات کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ اس ماہر سماجی علوم نے دیکھا کہ کسان ان رسم ورواج اور مذہبی عبادات کو ادا کرتے تھے، جن پر سماج کے غالب طبقے جیسے پروہت اور راجہ کے ذریعہ عمل کیا جاتا تھا۔ ان رسم ورواج کو ریڈ فیلڈ نے ''عظیم'' روایات کا نام دیا۔ اس کے ساتھ ہی زرعی سماج دیگر مقامی معمولات پر بھی عمل پیرا تھا جو اس ''عظیم'' روایات سے ضروری طور پر میل نہیں کھاتی تھیں۔ ان کو اس نے ''ادنیٰ'' روایات کے زمرے میں شامل کیا ہے۔ ریڈ فیلڈ نے محسوس کیا کہ ''عظیم'' اور ''ادنیٰ'' دونوں ہی روایات میں وقت کے ساتھ ہوئے باہمی تعامل کے سبب تبدیلیاں ہوئیں۔

اگرچہ دانشور ان طریقۂ عمل اور زمروں کی اہمیت سے انکار نہیں کرتے لیکن وہ ان اصطلاحات میں جو نظامِ مراتب ابھر کر سامنے آتا ہے، اس سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ 'اعلیٰ' اور 'ادنیٰ' کے لیے حوالہ نشان اس امتیاز کا ایک واضح اشارہ ہے۔

شکل 6.2
جگن ناتھ (بائیں) اپنی بہن سبھدرا (درمیان میں) اور اپنے بھائی بلرام (دائیں) کے ساتھ

© NCERT not to be republished

اگر شکل 6.2 کا شکل 4.26 (باب 4) سے موازنہ کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ دیوتا کو بالکل مختلف طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ اس مثال میں ایک مقامی دیوتا کو جس کی شبیہ کو اب تک مسلسل مقامی قبائلی مہارت کے ذریعہ لکڑی سے بنایا جاتا تھا، وشنو کی شکل میں شناخت کیا گیا ہے۔ وشنو کی یہ شبیہ ملک کے دیگر حصوں میں پائی جانے والی شبیہوں سے پوری طرح مختلف تھی۔

تکمیل کی ایسی مثالیں دیویوں کے طبقات میں بھی ملتی ہیں۔ دیوی کی عبادت کو بظاہر وسیع طور پر اکثر سندور سے لیپے گئے پتھروں کی شکل میں ہی کی جاتی تھی۔ ان مقامی دیویوں کو پورانک روایات کے اندر اہم ترین دیوتاؤں کی بیویوں کی شکل میں نام ونشان دیا گیا ہے۔ کبھی وہ لکشمی کے روپ میں وشنو کی پتنی (بیوی) بنی اور کبھی شیو کی پتنی پاروتی کی شکل میں سامنے آئی۔

1.2 اختلاف اور تضاد

اکثر دیوی کی عبادت کے طریقہ کو تانترک نام سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ تانترک طریقہ برّصغیر کے کئی حصوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس میں عورت اور مرد دونوں ہی شامل ہو سکتے تھے۔ اس کے علاوہ رسومات کے تناظر میں طبقہ اور ذات کے اختلافات کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ ان تصوّرات نے خاص طور پر برّصغیر ہند کے مشرقی، شمالی اور جنوبی حصّوں میں شیومت اور بودھ مت کو بھی متاثر کیا۔

آنے والے ہزار سال میں ان مختلف النوع مکمل عقائد اور معمولات کی درجہ بندی ''ہندو'' کی شکل میں ہوئی۔ اگر ہم زمانہ وید اور پوران کے درمیان روایات کا موازنہ کریں تو یہ انتشار اور زیادہ واضح طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ زمانہ وید کے دیوکل کے اگنی، اندر اور سوم جیسے دیوتا پوری طرح حاشیہ پر آ گئے۔ ادب و سنگ تراشی، دونوں میں ہی ان کی نمائندگی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ وید کے منتروں میں وشنو، شیو اور دیوی کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ پوران کے دیومالا کے ساتھ معمولی طور پر مشترک تھے لیکن ان واضح فرق کے باوجود ویدوں کو مستند و معتبر تسلیم کیا جاتا تھا۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، کبھی تنازعہ کی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ ویدک روایات کو ماننے والے سبھی معمولات کی ملامت کرتے تھے جو ایشور کی عبادت کے منتروں کی نغمہ خوانی، وظیفہ خوانی اور قربانیوں (یگیوں) کو ادا کرنے سے دور تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے

شکل 6.3
بودھ دیوی ماریچی کی مورتی،
(تقریباً دسویں صدی، بہار)، مختلف مذہبی عقائد اور روایات کی تکمیل کے طریقہ عمل کی مثال پیش کرتی ہے.

© NCERT not to be republished

جو تانترک معمولات میں مشغول تھے اور ویدک اقتدار کو نظر انداز کرتے تھے۔ ساتھ ہی عقیدت مند اپنے منتخب دیوتا وشنو یا شیو کو اکثر عظیم ثابت کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ دیگر روایات جیسے بودھ یا جین مذہب سے بھی رشتے عموماً تناؤ بھرے ہوجاتے تھے۔ اگرچہ واضح تنازعہ کم دکھائی دیتا ہے۔

بھکتی روایات کو ہمیں اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم جس عہد پر غور کر رہے ہیں اس سے قبل سے ہی عقیدت مندانہ عبادت کی تقریباً ایک ہزار سال پرانی طویل تاریخ رہی ہے۔ اس وقت عقیدت مند، عقیدت مندی کے اظہار میں مندروں کے اندر دیوتاؤں کی روزمرّہ کی عبادت سے لے کر وجد آور پرستش تک جہاں عقیدت مند روحانی حالت حاصل کر لیتے ہیں، دکھائی دیتی ہے۔ عقیدت مندانہ نغمہ خوانی یا وظیفہ خوانی اس طریقہ عبادت کا کبھی اہم حصہ ہوتی تھی۔ وشنو اور شیو فرقوں پر تو یہ بات خاص طور پر صادق آتی ہے۔

2. عبادت کی نظمیں۔ ابتدائی بھکتی روایات

عبادت کے طریقوں کے ارتقا کے عمل کے دوران بہت سے سنت شاعر ایسے قائد کی شکل میں سامنے آئے جن کے اردگرد عقیدت مندوں کا ایک پورا طبقہ جمع ہوگیا۔ مزید برآں، اگرچہ بیشتر بھکتی کی مختلف شکلوں میں برہمن، دیوتاؤں اور عقیدت مندوں کے درمیان، اہم ذریعہ بنے رہے۔ ان روایات نے ان عورتوں اور ''نچلی ذاتوں'' کو اپنے یہاں مقام دیا اور انھیں تسلیم کیا جنھیں راسخ العقیدہ برہمن ڈھانچے نے غیر مستحق قرار دے دیا تھا۔ بھکتی روایات کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت اس کا تنوّع ہے۔

دوسری سطح پر، مذہب کے مؤرخین روایات کو دو واضح زمروں، سگن (Saguna) (وصف کے ساتھ) اور نرگن (Nirguna) (بنا وصف کے) میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے زمرے میں بشمول سابقہ روایات کچھ خاص دیوتا جیسے شیو، وشنو اور ان کے اوتار اور دیویوں کی شکل میں، جن کو اکثر تشبیہی شکل میں تصور کیا گیا، کی عبادت پر مائل بہ مرکز کیا گیا۔ دوسری طرف نرگن بھکتی روایات میں خیالی دیوتا کی عبادت کی جاتی تھی۔

2.1 تمل ناڈو کے الوار اور نینار

ابتدائی بھکتی تحریکات کی ابتدا (تقریباً چھٹی صدی) الواروں (خصوصی طور پر جو وشنو کی بھکتی میں مستغرق ہو) اور نینار (خصوصی طور پر شیو بھکتوں کے قائد) کی قیادت میں ہوئی۔ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سیاحت کرتے ہوئے اپنے بھگوانوں یا اوتاروں کی مدح میں تمل زبان میں بھجن گاتے تھے۔

گفتگو کیجیے...

اپنے شہر میں یا گاؤں میں پوجے جانے والے دیوی دیوتاؤں کے ناموں کے بارے میں پتا لگائیے اور وہ طریقے بتائیے جن سے ان کی تصویر کشی کی گئی ہے نیز ادا کی جانے والی رسوم بھی بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

اپنی سیاحت کے دوران الوار اور نینار سنتوں نے کچھ مقدس یادگار مقامات کو اپنے بھگوانوں کے مسکن کے طور پر نام ونشان دیا۔ بعد میں اکثر ان ہی مقدس مقامات پر بڑے وسیع مندروں کو تعمیر کیا گیا اور یہ مقامات زیارت گاہ کے طور پر ترقی کرتے گئے۔ سنت شاعروں کے بھجنوں کو ان زیارتی مندروں میں مذہبی رسوم ورواج کے موقع پر گایا جانا عبادت کا حصہ بن گیا۔ ساتھ ہی ان سنتوں کی شبیہ (مورتی) کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔

2.2 ذات پات کے تئیں رجحانات

کچھ مؤرخین یہ مانتے ہیں کہ الوار اور نینار سنتوں نے ذات پات کے نظام اور برہمنوں کے غلبے کے خلاف احتجاجی تحریک کا آغاز کیا۔ کم از کم نظام میں اصلاح کی کوشش کی۔ کچھ حد تک یہ اس بات کی توثیق کرتی ہے۔ کیونکہ بھکتی سنت مختلف سماجی منظر سے آئے تھے۔ جیسے برہمن، دست کار، کاشت کار اور کچھ تو ان ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے، جنھیں ''اچھوت'' کہا جاتا تھا۔

الوار اور نینار سنتوں کے نغموں کو کبھی کبھی ویدوں کی طرح اہم بتا کر ان روایات کی اہمیت کو ظاہر کیا گیا۔ مثال کے طور پر الوار سنتوں کے اشعار کے ایک مجموعہ ''نلیار دیویا پربندھم'' کا ذکر تمل وید کے طور پر ملتا ہے۔ اس طرح اس کتاب کی اہمیت سنسکرت کے چاروں ویدوں جتنی ہی بتائی گئی ہے جو برہمنوں نے تیار کیے تھے۔

2.3 خواتین عقیدت مند (بھکت)

شاید اس روایت کی قابلِ ذکر خصوصیت، اس میں خواتین کی موجودگی تھی۔ مثال کے طور پر، انڈال نالی الوار عورت کے نغمے بڑے پیمانے پر گائے جاتے تھے۔ (اور آج تک مسلسل گائے جاتے ہیں۔) انڈال خود کو وشنو کی محبوب مان کر اپنے دیوتا کے لیے اپنی محبت کا اظہار اشعار میں کرتی تھی۔ ایک دیگر خاتون کرائی کل امیّار جو شیو کی بھکت تھی، نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انتہائی زہد کا راستہ اختیار کیا۔ نینار روایت میں اس کے نغموں کو محفوظ کیا گیا ہے۔ ان خواتین نے اپنے سماجی فرائض کو ترک کر دیا تھا لیکن وہ کسی متبادل نظام سے وابستہ نہیں ہوئیں یا راہب نہیں بنیں۔ ان خواتین کی بقائے زندگی اور ان کے نغموں نے سرقبیلی (پدرانہ) معیاروں کو چیلنج کیا۔

عقیدت مندانہ ادب کی تدوین

دسویں صدی تک آتے آتے بارہ الواروں کے اشعار کے مجموعہ پر بیاض مرتب کر لی گئیں۔ جو نلا یرا دیویا پربندھم (''چار ہزار مقدس نظمیں'') کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ دسویں صدی میں ہی اپّار، سمبندر اور سندرار کی نظمیں، توارم (Tevaram) نامی مجموعہ میں مرتب کی گئیں، جنھیں گیتوں کی موسیقی کی بنیاد پر درجہ بند کیا گیا۔

ماخذ 1

چتر ویدی (چاروں ویدوں کا عالم برہمن) اور 'ذات سے خارج'

یہ اقتباس ٹونڈرا ڈیپوڈی نامی ایک الوار (جو ایک برہمن بھی تھا) کے مجموعے سے لیا گیا ہے:

آپ (وشنو) ان ''خادموں'' کو واضح
طور پر پسند کرتے ہیں جو اپنی محبت آپ
کے قدموں پر ظاہر کرتے ہیں۔
اگر چہ یہ ''ذات سے خارج'' پیدا ہوئے
ہیں اور اس سے بھی زیادہ
چتر ویدی جو اجنبی ہیں اور آپ کی خدمت کے
تئیں اطاعت گزار اور وفادار نہیں ہیں

➲ کیا آپ سوچتے ہیں کہ ٹونڈرا ڈیپوڈی ذات پات نظام کی مخالفت کرتے تھے؟

ماخذ 2

شاستر یا پرستش

یہ ابیات اپّار نامی ایک نینار سنت کی تخلیق ہیں:

اے آوارہ گرد (شیطان) جو تم قانون کی
کتابوں (شاستر) کا حوالہ دیتے ہو۔
تمھارا گوتر اور کل بھلا کس کام کا ہے؟
تم صرف مارپیرو کے آقا (شیو جو تمل ناڈو
کے تنجاور ضلع کے مارپیرو میں رہتا ہے) کو اپنا
واحد جائے پناہ مان کر سر تسلیم خم کرتے ہو۔

➲ کیا یہاں برہمنوں کے تئیں ٹونڈرا ڈیپوڈی اور اپّار کے رویّوں میں کوئی مماثلت یا فرق ہے؟

ماخذ 3

ایک دیوی

یہ اقتباس کرائی کل امیاّر کی نظم سے لیا گیا ہے، جہاں وہ خود کا ذکر کر رہی ہے:

دیوی

پھولی ہوئی سانسوں .... کے ساتھ
باہر نکلی آنکھیں، سفید دانت اور سمٹا ہوا معدہ
لال بال اور آگے نکلے ہوئے دانت
لمبی پنڈلی کی نلی جو ٹخنوں تک پھیلی ہوئی ہے،
چیخیں اور آہ وزاری
اگرچہ جنگل میں اُدھر اُدھر بھٹکنا
یہ النکاٹو کا جنگل ہے
جو ہمارے والد (شیو) کا گھر ہے
جو ناچتے ہیں.......... اپنے الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ آٹھوں سمت بکھر جاتے ہیں
اور ٹھنڈے عضو کے ساتھ۔

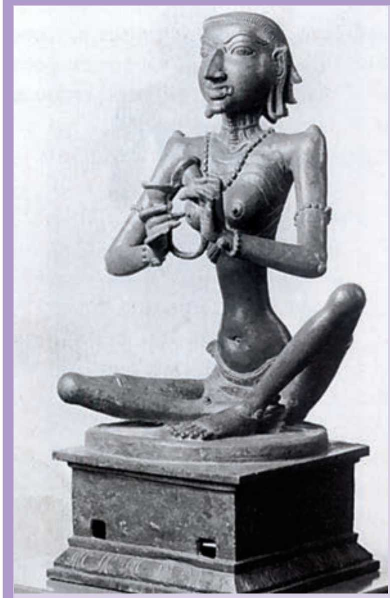

شکل 6.4
کرائی کل امیاّر کی بارھویں صدی میں بنی کانسہ کی مورتی.

- ان طریقوں کی فہرست بنایئے جن سے کرائی کل امیاّر عورتوں کی خوبصورتی کے روایتی نظریہ کے مقابلے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔

2.4 ریاست کے ساتھ تعلقات

باب 2 میں ہم نے دیکھا کہ تمل علاقے میں پہلی ہزار سالہ عیسوی کی ابتدا میں کئی اہم سرداری علاقے تھے۔ اسی ہزار سالہ عیسوی کے نصف آخر میں ریاستوں کے ظہور بشمول پالوؤں اور پانڈیاؤں (تقریباً چھٹّی صدی سے نویں صدی عیسوی) کی شہادتیں ملتی ہیں۔ تاہم بدھ اور جین مذہب اس علاقے میں کئی صدیوں سے موجود تھے۔ انھیں تاجر اور دست کار طبقوں کی حمایت حاصل تھی۔ ان مذاہب کو بعض اوقات شاہی سرپرستی بھی حاصل ہوتی تھی۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تمل بھکتی نغموں میں شاعروں کا ایک اہم موضوع بدھ اور جین مذہب کے تئیں ان کی مخالفت تھی۔ مخالفت کی یہ آواز نینار سنتوں کی نظموں میں خاص طور پر نشان زد کی جاسکتی ہے۔ مؤرخین نے اس دشمنی کی توضیح کرتے ہوئے یہ خیال پیش کیا ہے کہ دیگر مذہبی روایات کے ممبران کے درمیان یہ شاہی سرپرستی کے لیے مقابلہ کی وجہ سے تھی۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ طاقتور چول (نویں سے تیرھویں صدی) حکمرانوں نے برہمنی اور بھکتی روایات کی حمایت کی نیز وشنو اور شیو کے مندروں کی تعمیر کے لیے زمینیں عطیہ کیں۔

واقعتاً کچھ مندر بشمول چدمبرم، تنجاور اور گنگئی کونڈا چولا پورم کے شاندار شیو مندر چول حکمرانوں کی سرپرستی و مدد سے ہی تعمیر ہوئے تھے۔ اسی عہد میں شیو کی کچھ قابل دید کانسہ کے مجسموں کو بھی بنایا گیا۔ واضح رہے کہ نینار سنتوں کی بصیرت دست کاروں کے لیے محرک بنی۔

نینار اور الوار دونوں ہی ویلال کاشت کاروں کے ذریعہ قدر و منزلت پاتے تھے۔ اس لیے یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ حکمرانوں نے بھی ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً چول راجاؤں نے ملکوتی حمایت حاصل کرنے کا دعویٰ کیا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے عالیشان مندروں کی تعمیر کرائی جن میں پرستش کے لیے پتھر اور دھات سے مورتیاں بنائی گئی تھیں۔ اس طرح ان مقبول سنت شاعروں کو، ایک شبیہ دی گئی جو عوامی زبان میں گیت لکھتے تھے۔

ان راجاؤں نے تمل زبان میں لکھے شیو بھجنوں کو ان مندروں میں گائے جانے کو متعارف کرایا۔ انھوں نے ایسے بھجنوں کے مجموعہ کو ایک کتاب توارم (Tevaram) کی شکل میں جمع کرنے کی پہل بھی کی۔ مزید برآں 945 عیسوی کی ایک کتباتی شہادت سے علم ہوتا ہے کہ چول حکمراں پرانتک اول نے سنت شاعر اپاّر، سمبندر اور سندرار کی دھات سے بنی مورتیاں ایک شیو مندر میں لگوائیں۔ سنتوں کی ان مورتیوں کو تہوار کے موقع پر ایک جلوس میں نکالا جاتا تھا۔

شکل 6.5
نٹراج کی شکل میں شیو کی مورتی

گفتگو کیجیے...

آپ کیوں سوچتے ہیں کہ راجا بھکتوں سے اپنے رابطے کا اعلان کرنے کے خواہش مند تھے؟

© NCERT not to be republished

3. کرناٹک کی ویرشیوروایت

بارھویں صدی میں کرناٹک میں ایک نئی تحریک ظہور میں آئی جس کی قیادت باسونّا (68-1106) نامی ایک برہمن نے کی۔ باسونّا ابتدا میں جین مذہب کا پیرو کار تھا اور چالوکیہ راجا کے دربار میں وزیر تھا۔اس کے متبعین ویرشیو (شیو کے ہیرو) یا لنگایت (Lingayats) (لنگ پہننے والے) کہلائے۔

آج بھی لنگایت اس علاقے میں ایک اہم فرقہ ہے۔ وہ شیو کی عبادت لنگ کی شکل میں کرتے ہیں۔ اس فرقے کے مرد بائیں کندھے پر چاندی کے ایک خول میں ڈوری کے حلقے میں چھوٹے سے لنگ کو پہنتے ہیں جنھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ان میں لنگم یعنی سیاحت کرنے والے بھکشو (راہب) بھی شامل ہیں۔لنگایتوں کا یقین ہے کہ مرنے کے بعد شیو میں مل (متحد) جائیں گے اور اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آئیں گے۔ یہ دھرم شاستر میں بتائی گئی تجہیز و تکفین کی رسوم جیسے میت سوزی پر عمل نہیں کرتے۔ یہ اپنے مردہ کو پابندی رسم کے ساتھ دفناتے ہیں۔

لنگایتوں نے ذات پات کے نظریہ اور کچھ طبقوں کے ''آلودہ'' (ناپاک) ہونے کے برہمن کے برہمنی نظریہ کو چیلنج کیا۔دوبارہ پیدا ہونے کے نظریہ پر بھی انھوں نے سوالیہ نشان لگایا۔ ان سب وجوہات کے سبب، برہمنی سماجی نظام میں جو طبقات حاشیہ پر تھے وہ لنگایتوں کے متبعین بن گئے۔ دھرم شاستروں میں جن معمولات کو متروک کر دیا تھا جیسے سنِ بلوغ کے بعد شادی اور بیواؤں کی دوبارہ شادی، لنگایتوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ ویرشیو روایت کی ہماری فہم ان وچنوں سے حاصل ہوئی ہے جو اس تحریک میں شامل ان عورتوں اور مردوں کے ذریعہ کنڑ زبان میں لکھے گئے تھے۔

ماخذ 4

مذہبی رسومات اور حقیقی دنیا

یہ باسونّا کے ذریعہ لکھا گیا ایک وچن ہے:

جب وہ پتھر میں تراشے سانپ کو دیکھتے ہیں تو اس پر دودھ چڑھاتے ہیں۔
اگر اصلی سانپ آجائے تو کہتے ہیں
''مارڈالو۔مارڈالو''۔
دیوتا کے اس خدمت گار کو جسے اگر غذا دی جائے تو وہ کھا سکتا ہے، وہ کہتے ہیں
''دورہٹو۔دورہٹو''۔
لیکن بھگوان کی شبیہ کو جو کھا نہیں سکتی وہ کھانے پیش کرتے ہیں۔

⬅ مذہبی رسومات کے تئیں باسونّا کے رویّے کو بیان کیجیے۔ وہ کس طرح سامع کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے؟

نئی مذہبی ترقی

اس عہد نے دو اور اہم ترقیوں کا مشاہدہ کیا۔ایک طرف تو تمل بھکتوں (خاص طور پر وشنو کے خیالات کو سنسکرت میں شامل کر لیا گیا۔جس کا نتیجہ نہایت معروف پُرانوں میں سے ایک بھگوت پُران کی تخلیق تھی۔ دوسرے، ہم دیکھتے ہیں کہ تیرھویں صدی میں بھکتی روایت کو مہاراشٹر میں فروغ حاصل ہوا۔

© NCERT not to be republished

4. شمالی ہندوستان میں مذہبی جوش

اس عہد میں ،شمالی ہندوستان میں وشنو اور شیو جیسے دیوتاؤں کی عبادت مندروں میں کی جاتی تھی ،جنھیں اکثر حکمرانوں کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ تاہم مؤرخین کو الوار اور نینار سنتوں کے تحریری نغمے وگیت چودھویں صدی تک حاصل نہیں ہوئے۔ ہم اس فرق کو کس سے تعبیر کریں گے؟

کچھ مؤرخین نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شمالی ہندوستان میں یہ وہ عہد تھا جب بہت سی راجپوت ریاستیں ظہور میں آئی تھیں۔ ان میں سے زیادہ تر ریاستوں میں برہمنوں کو اہم مقام حاصل تھا اور وہ سیکولر اور مذہبی تقریبات کا اہتمام کرتے تھے۔ ان کے مقام کو راست طور پر للکارنے کی کوشش شاید ہی کسی نے کی ہو۔

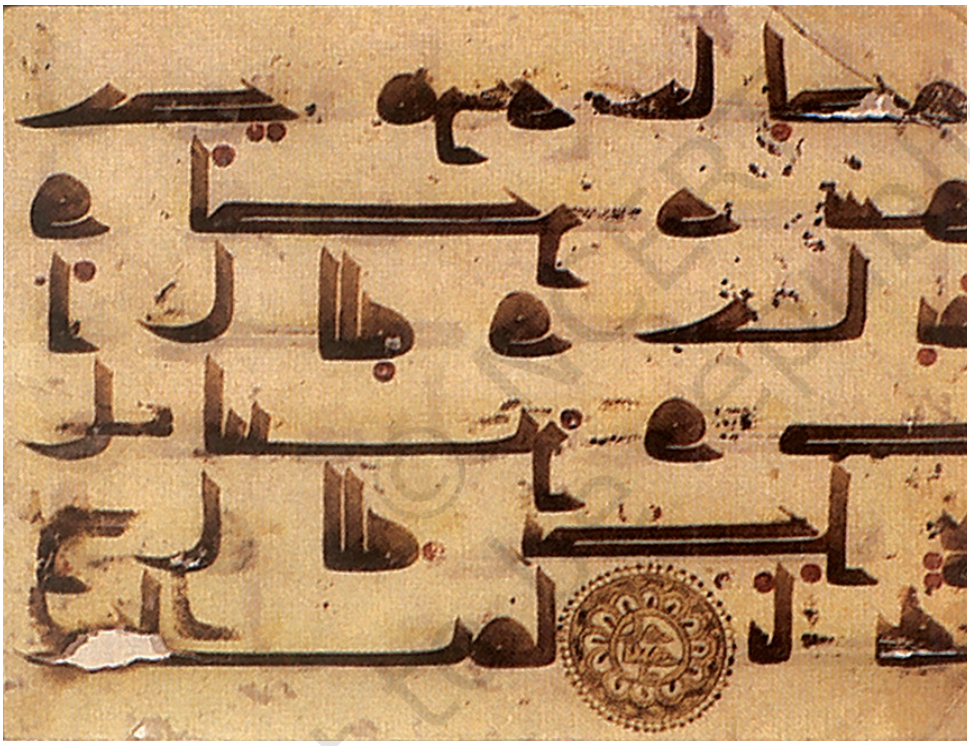

شکل 6.6
قرآن شریف کے ایک ورق کا حصہ،
یہ آٹھویں یا نویں صدی کے قلمی
نسخہ سے لیا گیا ہے.

اسی زمانے میں دیگر مذہبی قائد جو راسخ العقیدہ برہمنی ڈھانچے کے باہر تھے،انھوں نے بااثر مقام حاصل کر لیا۔ ایسے قائدوں میں ناتھ، جوگی اور سدھ شامل تھے۔ان میں سے بہت سے افراد دست کار طبقے سے آئے تھے جن میں جو لاہے بھی شامل تھے۔ جن کی منظّم دست کاری پیدا وار کی ترقی کے ساتھ اہمیت بڑھا رہی تھی۔ نئے شہری مراکز کے ظہور کے ساتھ اور مرکزی ومغربی ایشیا کے ساتھ لمبی دوری کی تجارت بڑھنے کے ساتھ ہی ان دست کارانہ پیداوار کی مانگ بڑھنے لگی۔

بہت سے نئے مذہبی قائدوں نے ویدوں کے اقتدار پر سوالات اٹھائے اور اپنے خیالات کا اظہار عوام الناس کی زبان میں کیا۔صدیاں گذرنے کے بعد یہ زبانیں اس شکل میں فروغ پائیں جس طرح یہ آج مستعمل ہیں۔ تاہم اپنی مقبولیت کے باوجود یہ نئے مذہبی قائد چیدہ حکمراں طبقے کا تعاون حاصل کرنے کی حالت میں نہ تھے۔

ان حالات میں ایک نیا عنصر، ہندوستان میں ترکوں کی آمد تھی جن کا عروج دہلی سلطنت (تیرھویں صدی) کے قیام کے ساتھ ہوا۔ دہلی سلطنت کے قیام سے راجپوت ریاستوں اور ان سے وابستہ برہمنوں کی بنیادیں کھوکھلی ہونے لگیں۔ ان تبدیلیوں کا اثر ثقافت اور مذہب پر بھی پڑا۔ صوفیا کی آمد (سیکشن 6) اس کے فروغ کا اہم حصہ تھا۔

5۔ اسلامی روایات - روحانی نظام میں نئے رجحانات

جس طرح برّصغیر ہند کے اندر مختلف علاقے ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں تھے۔ اسی طرح سمندر اور پہاڑوں کے دوسری طرف کے علاقوں سے رابطے بھی صدیوں سے قائم تھے۔ مثال کے طور پر پہلے ہزار سالہ عیسوی میں عرب تاجر سمندر کے راستے اکثر ہندوستان کی مغربی بندرگاہوں تک آئے۔ اگرچہ اسی زمانے میں وسطی ایشیا کے لوگ برصغیر ہند کے شمال مغربی علاقوں میں آکر آباد ہو گئے۔ ساتویں صدی سے اسلام کے ظہور کے ساتھ یہ علاقے اس دنیا کا حصہ بن گئے جس کو اکثر اصطلاحاً ''اسلامی دنیا'' کہا جاتا ہے۔

> **علما** (عالِم کی جمع، جس کے پاس علم ہو) اسلامی علوم کے دانشور تھے۔ اس روایت کے محافظ ہونے کے ناطے وہ مختلف مذہبی، فقہی اور تعلیمی امور انجام دیتے ہیں۔

5.1 حکمرانوں اور رعایا کے عقائد

ان تعلقات کی اہمیت کو سمجھنے کا ایک محور یہ ہے کہ اکثر اعلیٰ حکمراں طبقے کے مذہب کو نقطۂ ماسکہ کے طور پر قبول کیا گیا۔ 711ء میں محمد بن قاسم نامی ایک عرب جنرل نے سندھ کو فتح کر لیا جو خلیفہ کی مقبوضہ املاک کا سردار بن گیا۔ اس کے بعد (تقریباً تیرہویں صدی عیسوی) تُرکوں اور افغانوں نے دہلی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد دکن اور برّصغیر ہند کے دیگر حصوں میں بھی سلطنتوں کا قیام عمل میں آیا۔ بہت سے علاقوں میں اسلام حکمرانوں کا تسلیم شدہ مذہب تھا۔ یہ حالات سولھویں صدی میں مغل سلطنت کے قیام تک قائم رہے۔ مزید برآں اٹھارھویں صدی میں ظہور پذیر ہونے والی علاقائی ریاستوں میں بھی یہی حالت تھی یعنی ان کے حکمراں اسلام مذہب کے ماننے والے تھے۔

نظریاتی طور پر مسلم حکمرانوں کو علما کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہوتا تھا۔ علما سے امید کی جاتی تھی کہ وہ شریعت پر مبنی حکمرانی کو یقینی بنائیں گے۔ واضح طور پر برّصغیر میں حالات پیچیدہ تھے جہاں عوام کی بڑی تعداد اسلام مذہب کی ماننے والی نہ تھی۔

اس تناظر میں ذمّی (عربی لفظ ذِمّہ سے مشتق) یعنی حفاظت یافتہ افراد کا زمرہ۔ ذمّی وہ لوگ تھے جو الہامی صحیفے ماننے والے تھے۔ جیسے مسلم حکمرانی والے علاقے میں رہنے والے یہودی اور عیسائی۔ یہ لوگ جزیہ نامی ٹیکس ادا کر کے مسلمان حکمرانوں کے ذریعے تحفظ کے حقدار ہو جاتے تھے۔ ہندوستان میں اس حیثیت کو وسیع کرتے ہوئے ہندوؤں کو بھی اس درجہ میں شامل کر لیا گیا۔ جیسا کہ آپ دیکھیں گے (باب 9)، مغل حکمران خود کو صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ تمام لوگوں کا بادشاہ خیال کرتے تھے۔

> **شریعت**
>
> شریعت مسلم معاشرے کو نظم و ضبط میں کرنے والا قانون ہے۔ اس کی بنیاد قران اور حدیث پر قائم ہے۔ حدیث کے معنی ہیں پیغمبر حضرت محمدؐ کے اقوال اور افعال۔
>
> عرب کے باہر کے علاقوں میں اسلامی حکمرانی کی توسیع کے ساتھ جہاں رسم و رواج اور روایات مختلف تھیں تو قیاس (مماثلت کی بنیاد پر دلائل) اور اجماع (قوم کا اتفاق) کو بھی قانون کے دو دیگر ماخذ تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح شریعت قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے ترقی پذیر ہوئی۔

© NCERT not to be republished

حقیقت میں اکثر حکمراں رعایا کے تئیں کافی لچک دار رویّہ اختیار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر بہت سے حکمرانوں نے زمین کے وقف عطیات اور ٹیکس سے چھوٹ، ہندو، جین، پارسی، عیسائی اور یہودی مذہبی اداروں کو بھی دی اور ساتھ ہی غیر مسلم مذہبی قائدوں کے تئیں عقیدت کا اظہار بھی کیا۔ ایسے عطیات بہت سے مغل بادشاہوں نے دیے جن میں اکبر اور اورنگ زیب بھی شامل ہیں۔

شکل 6.7
مغل پینٹنگ، بادشاہ جہانگیر اور جوگی کی تصویر

ماخذ 5

کھمبات کا ایک چرچ

یہ اس فرمان (شاہی حکم) کا اقتباس ہے جسے 1598 میں اکبر نے جاری کیا تھا:

ہمارے ممتاز اور مقدس ذہن میں خیال آیا کہ مسیح کے مقدس سماج کے پادری کھمبات (گجرات میں) کے شہر میں عبادت کے لیے (چرچ) ایک عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ شاہی فرمان جاری کیا جارہا ہے .... کھمبات کے معزز افسران کسی بھی طرح ان کے راستے میں نہ آئیں اور انھیں چرچ تعمیر کرنے دیں جس سے وہ اپنی عبادت میں مشغول ہوجائیں۔ یہ ضروری ہے کہ بادشاہ کے اس فرمان کی ہر حال میں تعمیل کی جائے۔

- وہ کون لوگ تھے جن کی طرف سے اکبر کو اپنے فرمان کی مخالفت کی امید تھی؟

ماخذ 6

جوگی کے لیے احترام

62-1661 میں اورنگ زیب نے ایک جوگی کو خط لکھا جس کا ایک اقتباس ہے:

برتر مقام رکھنے والے شیومورت، گرو آنند ناتھ جیو!

آپ کی تکریم و تعظیم کرنے والے امن اور خوشی سے ہمیشہ شری شیو جیو کی حفاظت میں رہیں! پرستش کے لیے کپڑا اور پچیس روپیے کی رقم نذر کے بطور ارسال کی گئی ہے آپ تک پہنچے گی (آپ کی تکریم کرنے والا)........ جب بھی آپ کو ہماری خدمت کی ضرورت ہو محترم آپ ہمیں لکھ سکتے ہیں۔

- جوگی کے ذریعہ عبادت کیے جانے والے دیوتا کی شناخت کیجیے۔ جوگی کے تئیں بادشاہ کے رویہ کو بیان کیجیے۔

5.2 اسلام کے مقبول عام نظریات

اسلام آنے کے بعد جو نتائج سامنے آئے وہ صرف اعلیٰ حکمراں طبقے تک ہی محدود نہ تھے بلکہ حقیقتاً پورے برّصغیر ہند میں دور دراز تک اور مختلف سماجی طبقات جیسے کسان، دست کار، جنگجو، تاجر وغیرہ کے درمیان سرایت کر گئے۔ جن لوگوں نے اسلام مذہب قبول کیا انھوں نے اصولی طور پر اس کے پانچ عقائد ''ارکان'' قبول کیے تھے: صرف ایک خدا ہے، حضرت محمدؐ اس کے پیغمبر ہیں (شہادت): دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنی چاہیے؛ (نماز رصلوٰۃ) خیرات (زکوٰۃ) دینی چاہیے؛ رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے چاہئیں (روزہ) اور حج کے لیے مکّہ جانا چاہیے (حج)۔

تاہم ان عالمگیر خصوصیات میں اکثر مسلک (سنّی رشیعہ) کی وجہ سے اور مقامی رسم ورواج کے معمولات کے اثر کی وجہ سے بھی مذہب قبول کرنے والے لوگوں کے معمولات میں تنوّع دیکھنے میں آتا تھا۔ مثلاً اسماعیلیوں (ایک شیعہ مسلک) کی شاخ خوجاؤں نے تبادلۂ خیال کے ایسے نئے انداز تشکیل کیے جن سے مقامی ادبی اصناف کے ذریعے قرآن سے ماخوذ افکار کی اشاعت ہوئی۔ بشمول جنین (ginan) (سنسکرت لفظ جنان Janan سے ماخوذ بمعنی ''علم'') بھکتی گیت جو پنجابی، ملتانی، سندھی، کچّھی، ہندی اور گجراتی میں تھے مخصوص راگ کے ساتھ روزانہ کی عبادت کی مجلس میں گائے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ عرب مسلمان تاجر جو مالابار کے ساحل (کیرل) پر آباد تھے، انھوں نے مقامی ملیالم زبان کو اپنایا۔ ساتھ ہی انھوں نے مقامی رسوم جیسے نانیہالی نسب Matriliny (باب 3) اور شادی سے متعلق وہ رسم جس میں شوہر بیوی کے قبیلے میں شامل ہوجاتا ہے Matrilocal Residence کو بھی اپنایا۔

ایک عالمگیر مذہب کے مقامی رسم ورواج کے ساتھ پیچیدہ مرکب کی شاید سب سے عمدہ مثال مساجد کے فنِ تعمیر میں نظر آتی ہیں۔ مساجد کے فنِ تعمیر کی کچھ خصوصیات عالمگیر ہیں۔ جیسے مسجد کا مکّہ (خانہ کعبہ) کی سمت ہونا، محراب (نماز کی طاق نما جگہ) اور منبر (خطبہ گاہ) اس کی

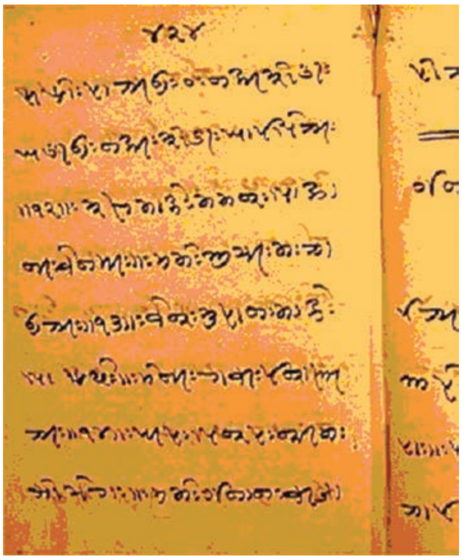

شکل 6.8
ایک خوجا کا قلمی نسخہ

خوجہ کی رسم الخط میں تحریر کرنے سے قبل جنین کی زبانی منتقلی ہوتی تھی۔ خوجہ کی رسم الخط مقامی لانڈا (تاجروں کی حذف شدہ تحریر) سے ماخوذ ہے۔ پنجاب، سندھ اور گجرات کے خوجہ طبقات، لسانیات کی رو سے گونا گوں، لانڈا کا استعمال کرتے تھے۔

Matrilocal residence شادی سے متعلق وہ رسم ہے جس میں خواتین شادی کے بعد اپنے بچوں کے ساتھ اپنے میکے میں ہی رہتی ہے اور ان کے شوہر ان کے ساتھ آکر رہ سکتے ہیں۔

شکل 6.9
کیرالا میں ایک مسجد،
تیرھویں صدی میں
غور کیجیے شکھارا کی طرح چھت کی شکل میں ہے۔

© NCERT not to be republished

نمایاں خصوصیات ہیں۔ تاہم بہت سی خصوصیات ایسی ہیں جن میں تنوع دکھائی دیتا ہے۔ جیسے چھتیں اور تعمیری سامان (دیکھیے تصویر 6.9، 6.10 اور 6.11)

5.3 قوموں کے نام

ہم اکثر ہندو اور مسلمان جیسی اصطلاحات کو مذہبی قوموں کے نام کے طور پر تسلیم کر سکتے ہیں۔ تاہم یہ اصطلاحات کافی عرصہ تک رواج میں نہیں تھیں۔ جن مؤرخین نے آٹھویں سے چودھویں صدی کے درمیان کی سنسکرت کتابوں اور کتبات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلمان یا مسلم اصطلاح کا فی الواقع استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برخلاف گاہے بگاہے لوگوں کی شناخت، جہاں سے وہ آئے تھے، کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ اس طرح ترکی حکمرانوں کو تروشکا (Turushka) لقب دیا گیا۔ تاجکستان سے آئے لوگوں کو تاجک اور فارس (ایران) کے لوگوں کو پراشیکا کے نام سے موسوم کیا گیا۔ کبھی کبھی دیگر لوگوں کے لیے مستعمل اصطلاحات کو نئے مہاجرین پر بھی کیا گیا۔ مثال کے طور پر تُرک اور افغان لوگوں کو شاکا (Shakas) (باب 2 اور 3) اور یوَن (Yavanas) (گریک یعنی یونانی لوگوں کے لیے مستعمل اصطلاح) کے نام سے منسوب کیا گیا۔

ان مہاجرین قوموں کے لیے ایک نہایت عام اصطلاح ملیچھ (Mlechchha) جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ ذات پات پر مبنی سماج کے معیارات کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ ایسی زبانیں بولتے تھے جو سنسکرت زبان سے نہیں نکلی تھیں۔ حالانکہ ایسی اصطلاحات میں توہین آمیز تعبیر پوشیدہ تھی۔ لیکن انھیں مسلمانوں کی ایک ممتاز مذہبی قوم کے بطور شاذ و نادر ہی تعبیر کیا جاتا تھا۔ جو ہندو قوم کی مخالف ہو۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا (باب 5) کہ اصطلاح ''ہندو'' کو کئی انداز سے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسے لازمی طور پر مذہبی تعبیر کے لیے محدود نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شکل 6.10
ضلع میمن سنگھ، بنگلہ دیش میں 1609 میں اینٹوں سے تعمیر عطیہ مسجد.

شکل 6.11
سری نگر میں جھلم ندی کے کنارے بنی شاہ ہمدان مسجد، اکثر کشمیر میں موجود مساجد میں یہ "تاج کا ہیرا" خیال کی جاتی ہے. یہ 1395 میں تعمیر ہوئی. یہ کشمیری لکڑی کے فنّ تعمیر کی سب سے عمدہ مثال ہے. اس کے مخروطی کلس اور نقّاشی کیے گئے چھجوں پر غور کیجیے یہ پیپیر میچ (Papier Mach) سے مزّین کی گئی ہے.

گفتگو کیجیے...

اپنے گاؤں یا شہر کی مساجد کے فن تعمیر کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیجیے۔ مساجد کی تعمیر میں کس طرح کا سامان استعمال ہوا؟ کیا یہ مقامی طور پر دستیاب تھا؟ کیا ان کی فن تعمیر کی کوئی نمایاں خصوصیات ہیں؟

© NCERT not to be republished

6. تصوف کا ارتقا

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مذہبی اور سیاسی ادارہ کی شکل میں خلافت کی بڑھتی مادّیت کے خلاف احتجاجاً مذہبی ذہن کے لوگ ترک دنیا اور علم باطن کی طرف مائل ہونے لگے۔ ایسے لوگوں کو صوفی کہا جانے لگا۔ ان لوگوں نے غیر استدلالی تعریف اور فقہا کے ذریعہ قرآن اور سنت (پیغمبر کی روایات) کی علمی طریقے سے عالم دین کی تشریح و تعبیر کی تنقید کی۔ اس کے برخلاف انھوں نے نجات حاصل کرنے کے لیے اللہ کی پرجوش عقیدت و عبادت اور خدا کے لیے محبت اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے زور دیا۔

انھوں نے پیغمبر حضرت محمدؐ کو انسان کامل کی مثال مانتے ہوئے ان کی اتباع پر زور دیا۔ صوفیا نے قرآن کی تشریح و تعبیر اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر کی۔

6.1 خانقاہیں اور صوفی سلسلے

گیارھویں صدی آتے آتے تصوف ایک واضح تحریک بن گیا تھا، جس کا صوفی معلومات اور قرآنی علوم پر اپنا ادبی مجموعہ تھا۔ ادارتی طور پر صوفیا نے خود کو ایک جماعت کی حیثیت سے خانقاہ (فارسی) کے ارد گرد منظّم کرنا شروع کر دیا۔ خانقاہ کا انتظام ایک تعلیمی استاد جو شیخ (عربی میں)، پیر یا مُرشد (فارسی میں) کے نام سے معروف تھے، کرتے تھے۔ وہ مریدوں سے بیعت لیتے اور انھیں اپنا جانشین (خلیفہ) مقرر کرتے تھے۔ روحانی اطوار کے اصول بنائے جانے کے علاوہ خانقاہ میں رہنے والے لوگوں کے درمیان رشتہ، شیخ اور عوام کے بیچ کے رشتے بھی طے کرتے تھے۔

بارھویں صدی کے آس پاس اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں صوفی سلسلوں کی ایک ٹھوس شکل نظر آنے لگی۔ سلسلے کے لُغوی معنی ایک زنجیر کے ہیں جو شیخ اور مرید کے درمیان متواتر رشتوں کو ظاہر کرتا ہے جس کا غیر منقطع روحانی شجرہ پیغمبر حضرت محمدؐ پر ختم ہوتا ہے۔ اس وسیلے یا واسطے کے ذریعہ روحانی قوت اور فیض مریدوں تک منتقل ہوتا ہے۔ باضابطہ مرید ہونے کی مخصوص رسم بنی جس میں مرید اطاعت و وفاداری کا حلف اٹھاتا تھا۔ پیوند لگے کپڑے پہنتا تھا اور سر منڈواتا تھا۔

جب شیخ کا انتقال ہو جاتا تھا تو اس کا مقبرہ یعنی درگاہ (درگاہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنٰی دربار کے ہیں) ان کے مریدوں اور مطیعوں / ماننے والوں کے لیے پرجوش عقیدت کا مرکز بن جاتی تھی۔ اس طرح شیخ کی قبر کی زیارت کی رسم (خاص طور پر ان کی برسی یا عرس کے موقع پر) کی حوصلہ افزائی ہوئی (عرس یا شادی، شیخ کی روح کا خدا کے ساتھ اتصال کو ظاہر کرتے ہیں)۔ کیونکہ لوگوں کا یقین تھا کہ موت کے بعد پیر کا خدا کی ذات کے ساتھ اتحاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح پہلے کے بجائے اس کے اور قریب ہو جاتے ہیں۔ لوگ مادی اور روحانی فوائد و فیض حاصل کرنے کے لیے ان کی درگاہ پر جاتے ہیں۔ اس طرح ''شیخ'' کی عقیدت مندی کا ایک ''ولی'' کے طور پر احترام کیا جانے لگا۔

تصوّف اور صوفی ازم (صوفیت)

صوفی ازم انیسویں صدی میں ڈھالا گیا ایک انگریزی لفظ ہے۔ صوفی ازم کے لیے اسلامی متون میں لفظ تصوف مستعمل ہے۔ مؤرخین نے اس اصطلاح کو مختلف طریقوں سے سمجھا ہے۔ کچھ دانشوروں کے مطابق یہ اصطلاح ''صوف'' سے مشتق ہے جس کے معنی اون کے ہیں۔ یہ موٹے کھردرے اونی کپڑوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کو صوفیا پہنا کرتے تھے۔ دیگر دانشور اس کو ''صَفا'' سے مشتق مانتے ہیں جس کے معنی پاکی کے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اصطلاح ''صُفّہ'' سے مشتق ہو جو مسجد نبوی کے باہر ایک چبوترے کا نام تھا جہاں مخصوص مطیعوں کا گروہ عقائد سیکھنے کے لیے جمع ہوتا تھا۔

سلسلوں کے نام

زیادہ تر صوفی سلسلوں کے نام ان کے بانیوں کے نام پر مشہور ہوئے۔ مثلاً قادری سلسلے کا نام اس کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر پڑا۔ تاہم کچھ دیگر سلسلوں کا نام اس شہر کے نام سے مشہور ہوا جہاں اس سلسلے کا آغاز ہوا۔ جیسے چشتی سلسلے کا نام وسطی افغانستان کے 'چشت' شہر کے نام سے مشہور ہوا۔

ولی (جمع اولیا) یا اللہ کا دوست وہ صوفی جو اللہ کے قریب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے حاصل برکات سے کرامات دکھا سکتا تھا۔

6.2 خانقاہ کے باہر

کچھ متصوّفانہ یا عارفانہ لوگوں نے صوفی خیالات ونظریات کی اساسی تشریح کی بنیاد پر تحریکات کا آغاز کیا۔ بہت سے لوگوں نے خانقاہ کی تحقیر کی اور فقیری وتجرّد کی زندگی پر عمل کیا۔ مذہبی رسوم اور ترک دنیا کی انتہائی صورتوں پر عمل کیا۔ یہ مختلف ناموں سے معروف تھے۔ جیسے قلندر، مداری، ملنگ، حیدری وغیرہ۔ شریعت کی دانستہ نافرمانی کی وجہ سے اکثر انھیں 'بے شرع' کہا جاتا تھا۔ ان کو شریعت پر عمل کرنے والے باشرع صوفیا سے الگ کرکے دیکھا جاتا تھا۔

گفتگو کیجیے...

کیا آپ کے شہر یا گاؤں میں کوئی خانقاہ یا درگاہ ہے؟ معلوم کیجیے کہ وہ کب تعمیر ہوئی تھی اور اس کے ساتھ کون سی سرگرمیاں وابستہ ہیں؟ کیا ایسے دیگر مقامات ہیں جہاں مذہبی مرد وخواتین ملتے یا رہتے ہیں؟

7. برّصغیر ہند میں چشتیہ

بارھویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں ہجرت کرنے والے صوفی گروہوں میں چشتی سب سے زیادہ ذی اثر ثابت ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے خود کو مقامی ماحول میں کامیابی کے ساتھ ڈھال لیا۔ ساتھ ہی ہندوستانی بھکتی روایات کی اہم خصوصیات کو اپنالیا۔

7.1 چشتی خانقاہ میں زندگی

''خانقاہ'' سماجی زندگی کا مرکز تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اولیاؒ (تقریباً چودھویں صدی) کی خانقاہ جمنا ندی کے کنارے غیاث پور میں واقع تھی جو اس وقت دہلی شہر کے بیرونی سرحد پر واقع تھا۔ یہ خانقاہ متعدد چھوٹے کمروں اور ایک بڑے ہال (جماعت خانہ) پر مشتمل تھی۔ جہاں مکینوں کے ساتھ ملاقاتی مہمان رہتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ مکینوں میں شیخؒ کے اہل خانہ، ان کے خدمت گار اور مرید شامل تھے۔ شیخ ہال کی چھت پر بنے ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتے تھے جہاں ملنے والوں اور مہمانوں سے صبح اور شام ملاقات کرتے تھے۔ صحن برآمدوں سے گھرا ہوا تھا۔ خانقاہ چاروں طرف سے دیوار سے گھری تھی۔ ایک موقع پر جب منگولوں نے حملہ کیا، آس پاس کے علاقے کے لوگوں نے خانقاہ میں پناہ لی تھی۔

چشتی سلسلے کے اہم معلم

صوفی معلّم	سال وفات	مقام درگاہ
شیخ معین الدّین سجزیؒ	1235	اجمیر (راجستھان)
خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ	1235	دہلی
شیخ فریدالدّین گنج شکرؒ	1265	اجودھن (پاکستان)
شیخ نظام الدّین اولیاؒ	1325	دہلی
شیخ نصیرالدّین چراغ دہلیؒ	1356	دہلی

یہاں ایک کھلا اور کشادہ باورچی خانہ،فتوح (بنامانگی مدد) پر چلتا تھا۔صبح سے دیر رات تک تمام شعبہ ہائے زندگی کے لوگ سپاہی، غلام،مغنّی ،تاجر،شاعر،مسافر، دولت منداور غریب، ہندو جوگی (یوگی) قلندر یہاں مرید بننے،شفا پانے کے لیےتعویذ اورمختلف معاملات میں شیخ کی شفاعت کے لیے آتے تھے۔ کچھ دیگر ملنے والوں میں امیر حسن سجزیؒ اور امیر خسروؒ جیسے شاعر اور درباری مؤرخ ضیاالدین برنی جیسے لوگ شامل تھے۔ان سبھی لوگوں نے شیخ کے متعلق لکھا ہے۔شیخ کے سامنے سرخم کرنا (جھکنا)، ملنے والوں کو پانی پلانا،مرید ہونے کے لیے سر منڈوانا اور روزانہ کی ورزش وغیرہ معلومات اس بات کوظاہر کرتے ہیں کہ مقامی روایات کوجذب کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

شیخ نظام الدین اولیاؒ نے بہت سے روحانی جانشینوں کو نامزد کیا اور انھیں برصغیر ہند کے مختلف علاقوں میں خانقاہ قائم کرنے کے لیے متعین کیا۔اس کے نتیجے میں چشتی تعلیمات،معمولات اور تنظیمیں، ساتھ ہی ساتھ شیخ کی شہرت و نیک نامی بہت تیزی کے ساتھ چاروں طرف پھیل گئی۔ان کی اوران کے روحانی اجداد کی درگاہوں پر زائرین آنے لگے۔

7.2 چشتی ریاضت پسندی: زیارت اور قوالی

صوفیا کی درگاہوں کی زیارت پوری اسلامی دنیا میں رائج ہے۔اس موقع پر صوفی کی روحانی نوازش وکرم یعنی برکات حاصل کی جاتی ہیں۔پچھلی سات صدیوں سے مختلف عقائد (مسلک)،طبقات اور سماجی پس منظر کے لوگ پانچ عظیم چشتی صوفیا کی درگاہوں پر اپنی عقیدت ظاہر کرتے رہے ہیں (اوپر دیا گیا چارٹ ملاحظہ کیجیے)۔ان درگاہوں میں سب سے زیادہ قابلِ احترام درگاہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ہے۔جو''غریب نواز'' (غریبوں کے مشکل کشا) کے نام سے مشہور ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ کا سب سے پہلا کتابی حوالہ چودھویں صدی کا ملتا ہے۔یہ درگاہ بظاہر شیخ کے زہد وتقویٰ اور ان کے روحانی جانشینوں کی عظمت،شاہی زائرین اور بادشاہوں کی سرپرستی کی وجہ سے مشہور تھی۔محمد بن تغلق (51-1324) پہلا سلطان تھا جس نے سب سے

داتا گنج بخش کی کہانی

1039 میں ابوالحسن الہجویریؒ جو افغانستان کے شہر غزنی کے قریب ہجویر کے رہنے والے تھے،انھیں حملہ آور تُرک فوج کے ایک قیدی کی شکل میں سندھ ندی کو پار کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ وہ لاہور میں آباد ہوگئے اور انھوں نے فارسی میں ''کشف المحجوب'' (پردہ والے کی بے پردگی) نامی کتاب تحریر کی۔جس میں تصوّف کے معنی و مطالب اور معمولات پر عمل کرنے والے صوفیا کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

الہجویریؒ کی 1073 میں وفات ہوگئی انھیں لاہور میں دفن کر دیا گیا۔سلطان محمود غزنوی کے پوتے نے ان کے مزار پر درگاہ تعمیر کرائی۔ یہ درگاہ خاص طور پر ان کی برسی (عرس) کے موقع پر ان کے عقیدت مندوں کے لیے زیارت گاہ بن گئی۔

آج بھی الہجویریؒ ''داتا گنج بخش''،یعنی خزانہ عطا کرنے والے کی شکل میں قابلِ احترام ہیں۔ان کے مقبرے کو 'داتا دربار' یعنی 'دینے والے کا دربار' کہا جاتا ہے۔

شکل 6.12
شیخ نظام الدین اولیاؒ اور ان کے مرید امیر خسروؒ کی سترھویں صدی کی ایک تصویر

⊂ ایک فنکار شیخ اوران کے مرید کے درمیان کیسے امتیاز کرتا ہے؟ بیان کیجیے

© NCERT not to be republished

پہلے درگاہ کی زیارت کی تھی۔ لیکن شیخ کےؒ مزار (مقبرہ) پر سب سے پہلی عمارت مالوہ کے سلطان غیاث الدین خلجی نے پندرھویں صدی کے آخر میں بنوائی تھی۔ کیونکہ یہ درگاہ دہلی اور گجرات کو جوڑنے والی تجارتی شاہراہ پر واقع ہے اس لیے بہت سے مسافروں کو متوجہ کرتی تھی۔

سولھویں صدی تک آتے آتے یہ درگاہ بہت مقبول و معروف ہوگئی تھی۔ واقعتاً اجمیر کے عازمین کے روحانی جذبوں سے سرشار گیتوں نے ہی اکبر کو یہاں آنے کی تحریک دی۔ اکبر یہاں چودہ مرتبہ آیا، کبھی تو سال میں دو تین بار نئی فتوحات کے لیے دعائے برکت حاصل کرنے کے لیے، عہد و قسم کو پورا کرنے اور لڑکوں کی پیدائش پر وہ یہاں آیا تھا۔ اس نے یہ روایت 1580 تک بنائے رکھی۔ ہر آمد پر بادشاہ فیاضی کے ساتھ تحائف دیا کرتا تھا۔ اس کا پورا ریکارڈ شاہی دستاویزات میں درج ہے۔ مثال کے طور پر 1568 میں زائرین کے لیے کھانا پکانے کے لیے ایک بڑی دیگ درگاہ کو پیش کی۔ اس نے درگاہ کے احاطے میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔

شکل 6.13
اجمیر کی زیارت کے موقع پر مغل بادشاہ جہانگیر کا استقبال کرتے ہوئے شیوخ. منوہر نامی مصوّر کی بنائی پینٹنگ تقریباً 1615 عیسوی

تصویر میں مصوّر کے دستخط تلاش کیجیے۔

ماخذ 7

مغل شہزادی جہاں آرا کی زیارت:1643

مندرجہ ذیل اقتباس جہاں آرا کی تحریر کردہ شیخ معین الدین چشتیؒ کی سواغ عمری بعنوان ''مونس الارواح'' سے لیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد....... یہ فقیرہ حقیرہ جہان آرا دارالسلطنت آگرہ سے اپنے عظیم ولد (شاہ جہاں) کے ہمراہ خطۂ پاک اجمیر کے لیے روانہ ہوئی...... میں اس عہد پر پابند تھی کہ ہر روز ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کروں گی۔

بہت دن تک... میں تیندوے کے کھال پر نہ سوئی اور نہ روضہ مبارک (مقدّس درگاہ) کی سمت پیر پھیلائے اور نہ اس کی طرف پشت کی۔ میں نے درخت کے نیچے دن گزارے۔

بروز جمعرات، رمضان المبارک کے مقدّس مہینے کے چوتھے دن مرقدِ معطّر ومنوّر کی زیارت کی خوشی وسعادت حاصل ہوئی.... دن کی روشنی کا ایک پہر باقی تھا کہ میں روضۂ اقدس کے اندر گئی اور اپنے زرد چہرے پر اس آستانہ کی خاک ملی۔ دروازہ سے روضۂ مقدس تک برہنہ پا زمین چومتی گئی۔ گنبد شریف میں داخل ہوکر اپنے پیر کے پرنور روضۂ کے سات پھیرے لیے .... آخر میں عمدہ ترین عطر کو معطّر روضۂ پر اپنے ہاتھوں سے ملا اور گلاب کے پھولوں کی چادر جو اپنے سر پر رکھ کر لائی تھی، میں نے قبر مبارک پر چڑھائی۔

جہاں آرا کن جذبات اور احساسات کا ذکر کرتی ہے جو شیخؒ کے تئیں اس کی عقیدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کس طرح وہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ درگاہ ایک خاص مقام ہے؟

پورے ملک کا چراغ

ہر صوفی درگاہ کے ساتھ کچھ ممتاز ونمایاں خصوصیات وابستہ ہیں ۔اٹھارھویں صدی کے دکن کے زائر، درگاہ قلی خان نے شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کی درگاہ کے متعلق ''مرقع دہلی'' میں لکھا ہے:

شیخؒ (مدفن میں) صرف دہلی کے ہی چراغ نہیں ہیں بلکہ پورے ملک کے چراغ ہیں ۔لوگوں کا یہاں ہجوم ہوتا ہے۔خاص طور پر اتوار کے دن۔ دیوالی کے مہینے میں دہلی کی کل آبادی درگاہ کی زیارت کے لیے آتی ہے اور حوض کے اطراف خیمہ لگا کر کئی دن تک یہاں مقیم رہتی ہے۔ پرانی و دائمی بیماریوں سے شفا حاصل کر کے وہ یہاں غسل کرتے ہیں۔ مسلمان اور ہندو ایک ہی جذبے کے تحت یہاں کی زیارت کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک لوگ آتے رہتے ہیں اور درختوں کے سائے میں شادمانی وفرحت کے ساتھ اپنے آپ کو مشغول رکھتے ہیں۔

رقص وموسیقی کا استعمال بھی ''زیارت'' کا حصہ تھا۔ اس میں خاص طور سے ماہر موسیقار یا قوالوں کے ذریعہ روحانی نغمے وقوالی جس سے وجدانی جذبات کو ابھارا جاسکے، پیش کیے جاتے تھے۔ صوفیا ذکر (ملکوتی ناموں) یا سماع کے ذریعہ (لغوی معنی سننے) یا روحانی موسیقی کی بجا آوری کے ذریعہ اس کی موجودگی (اللہ) کو پکارتے تھے یعنی خدا کو یاد کرتے تھے۔ چشتی صوفیا کے یہاں سماع ایک اہم جزو تھا اور یہ مقامی روحانی روایات سے باہمی تعامل کا نمونہ تھا۔

© NCERT not to be republished

7.3 زبان اور ترسیل (رابطہ)

چشتی صوفیا نے ''سماع'' میں نہ صرف مقامی زبان کو اپنایا بلکہ دہلی میں چشتی سلسلے سے وابستہ لوگ ہندوی زبان میں بات چیت کیا کرتے تھے جو عوام کی زبان تھی۔ دیگر جیسے بابا فریدؒ نے بھی مقامی زبان میں اشعار کہے جو ''گرو گرنتھ صاحب'' میں شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ دیگر صوفیا نے طویل نظمیں یعنی مثنویاں تحریر کیں جن میں خدا کے تئیں محبت کے خیالات کا اظہار، انسانی محبت کی علامت و مثال کے ذریعہ کیا گیا۔ مثال کے طور پر ملک محمد جائسی کی نظم ''پریم اکھیان'' (محبت کی کہانی)، پدمنی اور رتن سین، چتّوڑ کے راجہ کی محبت کی کہانی کے اردگرد گھومتی ہے۔ ان کی آزمائش علامتی ہے اور روح کا خدا تک پہونچنے کا سفر ہے۔ اکثر خانقاہوں میں عام طور پر ''سماع'' کے دوران ایسی شاعری کی خوش خوانی ہوا کرتی تھی یعنی گایا جاتا تھا۔

صوفی شاعری کی ایک مختلف طرز بیجاپور، کرناٹک کے اطراف میں تحریر ہوئی۔ یہ دکنی (اردو کی بدلی ہوئی شکل) میں لکھی مختصر نظمیں تھیں۔ یہ سترھویں اٹھارھویں صدی میں اس علاقے میں سکونت پذیر چشتی صوفیا سے منسوب کی جاتی ہیں۔ یہ نظمیں عام طور پر عورتوں کے ذریعہ گھر کا کام کاج جیسے اناج پیستے ہوئے اور چرخہ کاتتے ہوئے گائی جاتی تھیں۔ دیگر نظمیں 'لوری نامہ' 'للّبیذ' اور 'شادی نامہ' (بچوں کو سلانے کے گیت اور شادی کے گیت) کی شکل میں تحریر ہوئیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس علاقے کے صوفیا کو پہلے سے رائج بھکتی روایت، لنگایتوں کے ذریعہ کنّڑ میں تحریر ''وچن'' اور پندھر پور کے سنتوں کے ذریعہ مراٹھی زبان میں تحریر 'ابھنگوں' سے تحریک ملی ہو۔ اس کے ذریعہ سے اسلام بتدریج دکن کے گاؤں میں مقام حاصل کر پایا۔

ماخذ 8

چرخہ نامہ

یہ گیت چرخے کے چلنے کی دھن پر تیار کیا گیا ہے:

جیسے آپ روئی لیتے ہیں، آپ ایسے 'ذکر جلی' کریں
جیسے آپ روئی کو دھنتے ہیں، ویسے آپ 'ذکر قلبی' کریں
جیسے آپ دھاگے کو چرخی پر لپیٹتے ہیں، ایسے 'ذکر عینی' کریں
'ذکر' معدہ سے سینے تک کیا جائے
اسے دھاگے کی طرح حلق سے اتاریں
سانس کے دھاگے ایک ایک کر کے شمار کریں
اے بہن!
چوبیس ہزار تک شمار کریں
دن و رات یہ کام کریں
اور اس کو بطور تحفہ اپنے پیر کو پیش کریں

امیر خسرو اور 'قول'

امیر خسرو (1253-1325) ایک عظیم شاعر' موسیقار اور شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے۔ انھوں نے ''قول'' (عربی لفظ جس کے معنی ضرب المثل یا مقولہ ہیں) کو متعارف کرا کر چشتی سماع کو ایک نئی شکل دی۔ ایک مناجاتی قول کو قوالی کے شروع اور آخر میں گایا جاتا تھا۔ اس کے بعد فارسی' اردو یا ہندوی میں صوفی شاعری گائی جاتی تھی۔ کبھی کبھی ان تینوں زبانوں کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پر گانے والے قوّال (جوان نغموں کو گاتے ہیں) اپنے گانے کی شروعات ہمیشہ 'قول' سے کرتے ہیں۔ آج برصغیر کی سبھی درگاہوں پر قوالی گائی (پیش کی) جاتی ہے۔

شکل 6.14
نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پر قوالی پیش کرتے ہوئے.

➲ اس گانے کے خیالات اور اسلوب و اظہار کے طریقے جہاں آرا کی ''زیارت'' (ماخذ 7) میں بیان کیے گئے خیالات اور اسلوب و اظہار سے کس طرح مماثل یا مختلف ہیں؟

© NCERT not to be republished

7.4 صوفیا اور ریاست

چشتی سلسلے کی روایت کی ایک اہم خصوصیت زہد اور سادگی تھی جس میں دنیاوی اقتدار سے دوری اختیار کرنا بھی شامل تھا۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ سیاسی اقتدار سے مطلق علاحدگی کی صورت بنائے رکھی جائے۔اعلیٰ سیاسی طبقہ بغیر طلب کیے عطیات ونذرانے دیتا تھا تو صوفیا اسے قبول کرتے تھے۔سلاطین نے خانقاہوں کے لیے رفاہی املاک یعنی ''اوقاف'' قائم کیے اور ٹیکس سے مستثنیٰ زمینیں (انعام) دیں۔

چشتی صوفیا عطیات نقد اور جنس کی شکل میں قبول کرتے تھے بلکہ ان عطیات کو جمع کرنے کے بجائے وہ جلد از جلد کھانے، کپڑوں، اقامتی سکونت اور مذہبی رسوم جیسے سماع کی ضروریات پر پوری طرح صرف کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ان باتوں سے شیخ کی اخلاقی عظمت کی قدر میں اضافہ ہوتا تھا، جس سے زندگی کے ہر شعبہ کے افراد ان کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔مزید برآں، صوفیا کا تقویٰ اور ان کے تبحر علمی اور لوگوں کا ان کی کراماتی طاقت میں یقین ان کو عوام الناس میں مقبولیت عطا کرتا تھا۔لہٰذا بادشاہ بھی ان کی حمایت حاصل کرنے کے خواہش مند رہتے تھے۔

بادشاہ/سلاطین نہ صرف صوفیا سے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ ان کی حمایت کے بھی متمنّی رہتے تھے۔جب ترکوں نے دہلی سلطنت قائم کی تو انھوں نے علما کے پرزور مطالبے، شریعت کو بطور ریاستی قانون کے نفاذ کے مطالبے کو روکنے کی کوشش کی کیونکہ سلاطین پہلے سے ہی رعایا کی مخالفت کا سامنا کر رہے تھے۔رعایا کی اکثریت غیر مسلم تھی۔اس کے بعد سلاطین نے صوفیا کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کی جو اپنی روحانی عظمت کو راست طور پر خدا سے مشتق مانتے تھے اور یہ علما کے ذریعہ شریعت کی ترجمانی پر منحصر نہ تھے۔

اس کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ اولیا عام انسانوں کے مادّی اور روحانی حالات میں اصلاح کے لیے خدا سے سفارش بھی کر سکتے تھے۔اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ شاید سلاطین عموماً اپنا مقبرہ صوفیا کی درگاہوں اور خانقاہوں کے قرب وجوار میں بنانا چاہتے تھے۔

تاہم سلاطین اور صوفیا کے درمیان تنازع کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔اپنی عظمت واقتدار کو بنائے رکھنے کے لیے دونوں ہی کچھ رسومات کی ادائیگی جیسے سجدہ اور قدم بوسی کے متمنّی تھے۔کبھی کبھی صوفی شیخ کو اعلیٰ وارفع القابات سے مخاطب کیا جاتا تھا۔مثال کے طور پر شیخ نظام الدین اولیا کے مرید انھیں ''سلطان المشائخ'' (لغوی معنی شیوخ کے سلطان) کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

صوفیا اور ریاست

کچھ دیگر صوفی بھی جیسے دہلی سلطنت کے عہد میں سہروردی اور مغل عہد میں نقش بندی، ریاست سے وابستہ تھے۔تاہم ان کی وابستگی کے طریقے چشتی صوفیا کی طرح نہ تھے۔کچھ واقعات میں صوفیا نے درباری عہدے بھی قبول کیے۔

ماخذ 9

شاہی تحفے کا قبول نہ کرنا

یہ اقتباس ایک صوفی کی کتاب سے لیا گیا ہے جو 1313 میں شیخ نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ کے طریقۂ عمل کو بیان کرتی ہے:

"میں (امیر حسن سنجریؒ) خوش قسمت تھا کہ ان (شیخ نظام الدین اولیاؒ) کی قدم بوسی کر پایا.......... اس زمانے میں ایک مقامی حکمراں نے باغیچوں اور بہت سی زمین کی ملکیت کی دستاویز مع ان کی دیکھ بھال کے اوزاروں کی گنجائش و شرائط کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجی۔ حکمراں نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ باغیچوں اور زمین پر اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہوتا ہے۔ آقا (شیخ) نے یہ تحفہ قبول نہ کیا۔ اس کے بجائے انھوں نے افسوس کیا: "ان باغیچوں، کھیت اور زمین کے ساتھ کیا کرنا؟........ ہمارے کسی بھی روحانی پیر نے اس طرح کے عمل میں اپنے آپ کو مشغول نہیں کیا۔"

پھر انھوں نے ایک مناسب حکایت بیان کی........ "سلطان غیاث الدین جو اس زمانے میں الغ خان کے نام سے معروف تھے، شیخ فرید الدینؒ کی زیارت کے لیے آئے انھوں نے کچھ رقم اور چار گاؤں کی ملکیت کی دستاویز شیخ کو پیش کی۔ رقم درویشوں (صوفیا) کی بھلائی کے لیے اور زمین شیخ کے استعمال کے لیے تھی۔ شیخ الاسلام (فرید الدینؒ) نے مسکراتے ہوئے کہا: مجھے رقم دے دو۔ میں اس کو درویشوں میں تقسیم کردوں گا، لیکن جہاں تک زمین کی دستاویز کا سوال ہے اسے تم رکھو بہت سے لوگ جو مدّتوں سے اس کے متمنّی ہیں، ان کو دے دو۔"

گفتگو کیجیے...

مذہبی اور سیاسی فائدوں کے رشتوں کے درمیان تنازع کے امکانی ذرائع کیا کیا ہیں؟

اس بیان میں آپ کی نظر میں صوفیا اور ریاست کے درمیان رشتوں کے کون سے پہلو کی سب سے عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے؟ یہ بیان ہمیں شیخ اور ان کے مریدین کے درمیان رابطے کے طریقوں کے بارے میں کیا بتاتا ہے؟

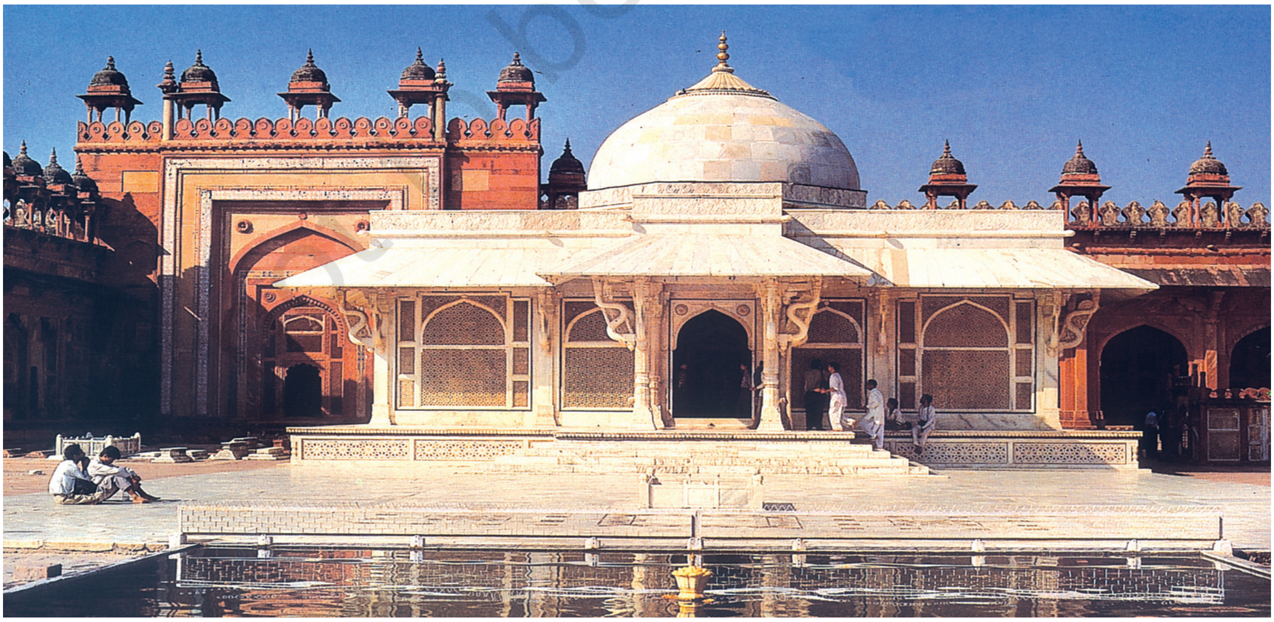

شکل 6.15

اکبر کے دارالسلطنت فتح پور سیکری میں تعمیر شیخ سلیم چشتیؒ (بابا فریدؒ کے راست خلف یعنی اولاد) کی درگاہ جو چشتی صوفیا اور مغل ریاست کے رشتوں کی مظہر ہے۔

8. بھکتی کے نئے راستے

شمالی ہندوستان میں مکالمہ اوراختلاف

بہت سے سنت صوفی شاعر نئے سماجی حالات، خیالات اور اداروں کے صریح اور مضمر مکالمے میں مصروف رہے تھے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ اس مکالمے میں کس طرح کے تاثرات ملتے ہیں۔ یہاں ہم اپنے عہد کی تین سب سے زیادہ بااثر شخصیات پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے۔

8.1 ملکوتی کپڑے کی بُنائی: کبیر

کبیر (تقریباً چودھویں اور پندرھویں صدی) اس تناظر میں ابھرنے والے بھکتی شاعروں میں شاید سب سے نمایاں مثال ہیں۔ مؤرخین نے ان کی زندگی اور عہد کا مطالعہ ان سے منسوب شاعری اور بعد میں لکھی گئی ان کی سوانح عمریوں کی بنیاد پر کیا ہے۔ یہ مشق کئی وجوہات کی بنا پر قابلِ تحسین اور چیلنجوں سے بھری رہی ہے۔

کبیر سے منسوب اشعار، تین ممتاز لیکن ایک حد تک منطبق روایات میں تدوین کیے گئے ہیں۔ کبیر بی جک، کبیر پنتھ (راستہ یا کبیر کا فرقہ) کے ذریعہ وارانسی اور اتر پردیش کے دیگر مقامات پر محفوظ ہیں۔ ''کبیر گرنتھاولی'' کا تعلق راجستھان کے ''دادو پنتھ'' سے ہے۔ کبیر کے بہت سے اشعار ''آدی گرنتھ صاحب'' (دیکھیے سیکشن 8.2) میں پائے جاتے ہیں۔ ان تمام مخطوطات کی تدوین کبیر کی موت کے بہت بعد میں کی گئی۔ انیسویں صدی میں ان سے منسوب اشعار کے مجموعوں کو بنگال، گجرات اور مہاراشٹر جیسے دور دراز علاقوں میں طبع کر کے تقسیم کرایا گیا۔

کبیر کی نظمیں بہت سی زبانوں اور بولیوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ نرگن شاعروں کی خاص زبان ''سنت بھاشا'' میں لکھی گئی ہیں۔ کچھ نظمیں جو ''الٹ بانی'' (الٹی کہی کہاوت) کے نام سے معروف ہیں۔ اس انداز سے لکھی گئی ہیں کہ ان کے روزمرّہ کے معنی کو الٹ دیا گیا ہے۔

ان الٹ بانی نظموں کا مطلب بنیادی سچائی کی نوعیت کو الفاظ میں قید کرنے کی شکل کے اشارے دینا ہے۔ مثلاً ''کنول جو بنا پھول کے تازگی دیتا ہے'' یا ''سمندر میں لگی شدید آگ'' جیسے محاورے کبیر کے روحانی تجربے کے ادراک کو ذہن نشین کراتے ہیں۔

کبیر کی ایک اور قابل توجہ خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے بنیادی سچائی کو بیان کرنے کے لیے روایات کے سلسلے کو استعمال کیا ہے۔ اس بنیادی سچائی کو اسلام کی طرح کبیر اللہ، خدا، حضرت اور پیر

ماخذ 10

ایک خدا

یہ تخلیق کبیر سے منسوب کی جاتی ہے:

بھائی مجھے بتاؤ کہ یہاں یہ کیسے ہوسکتا ہے
کہ دنیا کے ایک نہیں بلکہ دو آقا ہوں؟
کس نے تم کو گمراہ کیا ہے؟
خدا کو بہت سے ناموں سے پکارا جاتا ہے:
جیسے اللہ، رام، کریم، کیشو، ہری اور حضرت۔
سونے کو انگوٹھیوں اور چوڑیوں کی شکل دینا ممکن ہوسکتا ہے،
کیا ان میں سونا ایک جیسا نہیں ہے؟
فرق تو صرف الفاظ کا ہے جن کو ہم گڑھتے ہیں.........
کبیر کہتا ہے کہ دونوں ہی غلط فہمی میں ہیں۔
ان میں سے کوئی بھی رام کو تلاش نہیں کرسکتا۔ ایک
بکرے کو مارتا ہے اور دوسرا گائے کو۔
وہ پوری زندگی جھگڑے میں برباد کردیتے ہیں۔

مختلف قوموں کے خداؤں کے درمیان امتیاز کے خلاف کبیر نے کس طرح کی دلیل دی ہے؟

کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ویدانتی روایات سے اخذ اصطلاحات جیسے ''الکھ (ان دیکھا)، نرا کار (بے صورت)، برہمن، آتمن' وغیرہ کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ روحانی تعبیر کے لیے ''شبد'' (آواز) یا ''شونیہ'' (خالی پن) جیسی دیگر اصطلاحات، یوگ روایات سے اخذ کی گئی تھیں۔

متنوّع اور کبھی کبھی ایک دوسرے کے متصادم تصورات ان نظموں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کچھ نظمیں اسلامی تصوّر سے اخذ کی گئی ہیں اور کچھ وحدانیت اور بت شکنی کا استعمال کرتے ہوئے ہندو اصنام پرستی اور مورتی پوجا پر حملہ کرتی ہیں۔ دیگر کچھ نظموں میں ذکر اور عشق (محبت) کے صوفی تصوّر کا استعمال ''نام سمرن'' (خدا کے نام کو یاد کرنا) کے معمولات کو ظاہر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

کیا یہ سب نظمیں کبیر نے لکھی ہیں؟ ہم اس بارے میں یقینی طور پر کہنے کے قابل نہیں ہیں۔ اگر چہ دانشوران نظموں کی زبان، طرز اور متن کی بنیاد پر تجزیہ کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کون سے اشعار کبیر کے ہوسکتے ہیں۔ کبیر کا یہ مجموعہ کتب اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ کبیر پہلے اور آج بھی ان لوگوں کے لیے تحریک کا ذریعہ ہیں جو اپنی ملکوتی سچائی کی تلاش میں محصور مذہبی اور سماجی اداروں، خیالات اور معمولات پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں۔

شکل 6.16
راہ چلتے موسیقار، سترھویں صدی کی ایک مغل تصویر۔ یہ ممکن ہے ایسے موسیقار، سنتوں کی نظموں کو گاتے ہوں۔

کبیر کے خیالات شاید اودھ کے علاقے (موجودہ اتر پردیش کا ایک علاقہ) کی صوفی اور یوگیوں کی روایات کے ساتھ ہوئے مکالمے اور بحث و مباحثے (صحیح یا مضمر) کے ذریعہ سنورے ہوئے تھے۔ کبیر کی وراثت پر کئی گروہوں نے دعویٰ کیا جو انھیں یاد کرتے ہیں اور مسلسل کر رہے ہیں۔

اس حقیقت کی سب سے عمدہ شہادت یہ ہے کہ اس بات پر آج بھی بحث جاری ہے کہ کبیر پیدائش سے ہندو تھے یا مسلمان۔ یہ بحث بہت سے اولیاء کی سوانح عمریوں میں منعکس ہوتا ہے۔ ان میں بہت سی سترھویں صدی کے بعد تقریباً کبیر کی موت کے 200 برس بعد تحریر کی گئی ہیں۔

ویشنو روایات کے اولیا کی سوانح عمریوں میں کبیر (کبیر کے عربی میں معنی عظیم کے ہیں) کی پیدائش کو ہندو کبیر داس ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن ان کی پرورش ایک مسلم گھرانے میں ہوئی جو جولاہا برادری سے تعلق رکھتا تھا۔

جس خاندان نے کچھ وقت پہلے ہی اسلام مذہب قبول کیا تھا۔ ان سوانح عمریوں میں یہ بھی بتایا گیا کہ بنیادی طور پر کبیر کو بھکتی کا راستہ دکھانے والے گرو شاید رامانند تھے۔

تاہم کبیر سے منسوب اشعار میں ''گرو'' اور ''ست گرو'' جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے لیکن کسی مخصوص گرو کا نام مذکور نہیں ہے۔ مؤرخین نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ ثابت کرنا بہت مشکل امر ہے کہ کبیر اور رامانند ہم عصر تھے، جب تک کہ کسی ایک یا دونوں کو بعید از قیاس طویل زندگی نہ دے دی جائے۔ اس لیے جب تک ان دونوں میں ظاہر شکل میں رشتہ اتحاد قبول نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ کبیر کی وراثت بعد کی نسلوں کے لیے کتنی اہم تھی۔

8.2 بابا گرو نانک اور مقدس لفظ

بابا گرو نانک (1539-1469) ایک ہندو تاجر خاندان میں راوی ندی کے کنارے واقع ننکانہ صاحب نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مسلم غلبے والے پنجاب کا علاقہ تھا۔ انھوں نے فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہوں نے ایک محاسب کی تربیت حاصل کی۔ ان کی شادی چھوٹی عمر میں ہوگئی تھی لیکن ان کا زیادہ تر وقت صوفیا اور بھکتوں کے ساتھ گزرا۔ انھوں نے دور دراز کے سفر بھی کیے تھے۔

بابا گرو نانک کا پیغام ان کی بھجنوں اور تعلیمات میں نظر آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے نرگن بھکتی کی وکالت کی۔ انھوں نے مذہب کی ظاہری معلومات کو مسترد کیا، جسے انھوں نے اپنے چاروں طرف دیکھا تھا۔ انھوں نے قربانی، مذہبی رسوماتی اشنان، مورتی پوجا اور زہد اور ہندو و مسلمانوں کی مذہبی کتابوں کو بھی مسترد کر دیا۔ بابا گرو نانک کے لیے مطلق و کامل یا ''رب'' کوئی جنس یا شکل نہیں رکھتا تھا۔ انھوں نے ملکوتی ناموں کو دوہرا اور یاد کر کے رب سے رابطہ قائم کرنے کا ایک آسان راستہ تجویز کیا۔ انھوں نے اپنے خیالات مناجات کے ذریعہ ظاہر کیے جنھیں پنجابی زبان میں ''شبد (Shabad)'' کہا جاتا ہے جو اس علاقے کی زبان تھی۔ بابا گرو نانک یہ نغمے اور بھجن مختلف راگوں میں گاتے تھے جب کہ ان کا خدمت گار مردانہ ''رباب'' بجاتا تھا۔

بابا گرو نانک نے اپنے ماننے والوں کو ایک قوم کی شکل میں منظّم کیا۔ اجتماعی عبادت (سنگت) کے لیے اصول قائم کیے جس میں اجتماعی طور پر خوش خوانی شامل تھی۔ انھوں نے اپنے ایک شاگرد انگد کو اپنے بعد ''گرو'' مقرر کیا یہ روایت تقریباً 200 سال تک چلتی رہی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابا گرو نانک کوئی نیا مذہب قائم کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کی موت کے بعد ان کی ماننے والوں نے اپنی روایات اور خود کو ہندو اور مسلمانوں سے نمایاں و ممتاز کرنے کے لیے اسے مستحکم و منظّم کیا۔ پانچویں گرو ارجن دیو نے بابا گرو نانک کے بھجنوں کے ساتھ ان کے چار

پیش رو اور دیگر مذہبی شعرا جیسے بابا فرید، روی داس (جو ریداس کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں) اور کبیر کے بھجنوں کو "آدی گرنتھ صاحب" میں مرتب کیا۔ ان بھجنوں کو "گُر بانی" کہا جاتا ہے انھیں مختلف زبانوں میں تالیف کیا گیا۔ سترھویں صدی کے آخر میں دسویں گرو، گرو گوبند سنگھ نے نویں گرو، گرو تیغ بہادر کے نغموں کو بھی اس میں شامل کر لیا اور اس مذہبی کتاب (گرنتھ) کو "گرو گرنتھ صاحب" کے نام سے پکارا۔ گرو گوبند سنگھ نے خالصا پنتھ (پاک لوگوں کی فوج) کی بھی بنیاد ڈالی اور ان کے پانچ رمز و اشارے بھی متعین کیے۔ کبھی نہ کٹے بال (کیش)، کرپان، کچھّا، کنگھا اور لوہے کا کڑا۔ گرو گوبند سنگھ کی قیادت نے اس فرقے کو ایک سماجی، مذہبی اور فوجی طاقت کی شکل میں استحکام بخشا۔

8.3 میرابائی ایک بھکت شہزادی

میرابائی (تقریباً پندرھویں۔ سولھویں صدی)، غالباً بھکتی روایات میں سب سے معروف خاتون شاعرہ ہے۔ ان کی سوانح عمری ابتدائی طور پر ان سے منسوب بھجنوں کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے، جو صدیوں سے زبانی منتقل ہوتے رہے ہیں۔ ان کے مطابق میرابائی مارواڑ کے میڑتا شہر کی راجپوت شہزادی تھی جس کی شادی اس کی خواہش کے برخلاف راجستھان میں میواڑ کے سسودیا خاندان کے شہزادہ سے کر دی گئی۔ انھوں نے اپنے شوہر سے بغاوت کر لی اور بیوی اور ماں کا روایتی کردار ادا کرنے سے انکار کر دیا، اس کی جگہ وشنو کے اوتار کرشن کو اپنا محبوب تسلیم کر لیا۔ ان کے سسرال والوں نے انھیں زہر دینے کی کوشش کی لیکن وہ محل سے فرار ہو کر ایک جہاں گشتی مغنّیہ بن گئیں۔ انھوں نے قلبی جذبات ظاہر کرنے والے نغمے تحریر کیے۔

ماخذ 11

خدا کے لیے محبت

یہ میرابائی سے منسوب ایک گیت کا حصہ ہے:

میں صندل اور عود کی لکڑی کی چتا بناؤں؛
تم اپنے ہی ہاتھوں سے اسے جلانا
جب میں جل کر راکھ بن جاؤں
اس راکھ کو اپنے بازوؤں پر ملنا۔
..... روشنی کو روشنی میں ہی گم ہو جانے دو۔

ایک دوسرے گیت میں گاتی ہیں:

میواڑ کے حکمراں میرا کیا کر سکتے ہیں؟
اگر خدا غصہ میں ہے تو سب ختم ہو جاتا ہے،
لیکن رانا کیا کر سکتا ہے؟

⇨ اس سے بادشاہ کے تئیں میرابائی کے رویہ کے بارے میں کیا اشارہ ملتا ہے؟

شکل 6.17
پندرھویں صدی کی پتھر کی مورتی (تمل ناڈو) کرشن کو بانسری بجاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ میرا بائی کرشن کے اسی روپ کو پوجتی تھی

چندروایات کے مطابق میرابائی کے گرو ریداس تھے جو چمڑے کا کام کرتے تھے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ذات پات پر مبنی سماج کے معیاروں کی حکم عدولی کی۔ایسا مانا جاتا ہے کہ اپنے شوہر کے محل کے عیش و آرام کو ترک کرکے انھوں نے بیوہ کے سفید کپڑے پہن لیے یا سنّیاسیوں کی طرح زعفرانی کپڑے پہن لیے تھے۔

حالانکہ میرابائی کسی فرقے یا متبعین کے گروہ کو گرویدہ نہیں کر پائیں پھر بھی وہ صدیوں سے تحریک کا ذریعہ تسلیم کی جاتی رہی ہیں۔ان کے گیت آج بھی عورتیں اور مرد گاتے ہیں۔خاص طور پر گجرات اور راجستھان کے غریب لوگ اور جن کو ''نچلی ذات'' تسلیم کیا جاتا ہے، گاتے ہیں۔

گفتگو کیجیے ...

کیا آپ سوچتے ہیں کہ کبیر، بابا گرونانک اور میرابائی کی روایات اکیسویں صدی میں بھی اہمیت کی حامل ہیں؟

9. مذہبی روایات کی تواریخ کی ازسرنوتحریر

ہم نے دیکھا کہ مؤرخین مذہبی روایات کی تواریخ کو ازسرنوتحریر کرنے کے لیے مختلف ماٰخذ سے استفادہ کرتے ہیں۔ جیسے سنگ تراشی، فن تعمیر، مذہبی گروؤں سے وابستہ کہانیاں، ملکوتی نوعیت کے سوال کو سمجھنے میں مشغول خواتین اور مردوں سے منسوب نغمے وغیرہ۔

جیسا کہ ہم نے باب 1 اور 4 میں دیکھا کہ سنگ تراشی اور فنِ تعمیر کو ہم اس مقصد کے لیے تبھی استعمال کرسکتے ہیں جب ہم اس کے پس منظر کو اچھی طرح سمجھیں یعنی ان مورتیوں اور عمارات کو بنانے اور استعمال کرنے والوں کے خیالات، عقائد اور معمولات کی ہمیں فہم ہو۔مذہبی عقائد سے متعلق ادبی روایات کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟اسی باب میں مذکور ماٰخذ کو ازسرنو ملاحظہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ان میں کافی تنوّع ہے۔وہ کئی زبانوں اور طرز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ماٰخذ کا یہ سلسلہ آسان اور راست زبان میں ہے۔جیسے بسوانا کے ''وچن''۔ دیگر کچھ پُرتکلف فارسی زبان میں مغل بادشاہوں کے مضامین کی طرح تحریر کیے گئے ہیں۔ ہر ایک طرز کے متن کو سمجھنے کے لیے مختلف طرح کی مہارت درکار ہے۔مختلف زبانوں سے گہرے تعلق کے علاوہ مؤرخین ہر ایک طرز کی خصوصیات سے واقف ہوں اور ساتھ ہی طرز کے اس تنوّع کا نکتہ رس ہونا ضروری ہے۔

شنکر دیو

پندرھویں صدی کے آخر میں آسام میں شنکر دیو وشنو ازم کے ایک نمائندہ محرک کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ان کی تعلیمات کو اکثر بھگوتی دھرم کے نام سے جانا جاتا ہے۔کیونکہ وہ ''بھگوت گیتا'' اور ''بھگوت پُران'' پر مبنی تھیں۔یہ تعلیمات سب سے اعلیٰ دیوتا وشنو کے تئیں مکمل تسلیم و رضا پر مرکوز تھیں۔شنکر دیو نے متقی بھکتوں کے ''ست سنگ'' یا مجلس میں ''نام کیرتن'' یعنی خدا کے ناموں کی خوش خوانی کی ضرورت پر زور دیا۔انھوں نے روحانی علم کی منتقلی کے لیے ''ستر'' (Satra) یا خانقاہوں اور ''نام گھر'' یا عبادتی ایوان قائم کرنے کے لیے بھی بڑھاوا دیا۔اس علاقے میں یہ ادارے اور معمولات آج بھی مسلسل پھل پھول رہے ہیں۔شنکر دیو کے اہم نغموں میں ''کیرتن گھوش'' بھی شامل ہے۔

© NCERT not to be republished

صوفی روایات کی تاریخ کو ازسرنو تحریر کرنے کے لیے

مختلف النوع مآخذ

صوفی خانقاہوں کے اردگرد وسیع پیمانے پر کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ان میں شامل تھیں:

1 علی بن عثمان ہجویریؒ (متوفی تقریباً 1071) کا رسالہ یا دستورالعمل ''کشف المحجوب''، جو صوفی خیالات اور معمولات سے متعلق بحث کرتا ہے، اس طرز کی ایک مثال ہے۔ یہ مؤرخین کو اس بات کا مجاز بناتا ہے کہ برّصغیر کے باہر کی روایات نے ہندوستان میں صوفی خیالات کو کس طرح متاثر کیا۔

2 ''ملفوظات'' (لغوی معنیٰ ''زبان سے نکالنا'' صوفیا کی بات چیت) ''فوائد الفواد'' ملفوظات پر ایک ابتدائی متن ہے۔ یہ شیخ نظام الدین اولیاؒ کی گفتگو کا ایک مجموعہ ہے جس کو فارسی کے شاعر امیر حسن سنجری دہلویؒ نے مرتب کیا تھا۔ ماخذ 9 اس کتاب سے لیے گئے ایک اقتباس پر مشتمل ہے۔ ملفوظات کی تدوین مختلف صوفی سلسلوں کے شیخ کی اجازت سے ہوئی تھی۔ ان کا ایک صریحی نصیحت آمیز مقصد تھا۔ برصغیر کے مختلف علاقوں میں بشمول دکن، اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ کئی صدیوں تک ان کی تدوین ہوتی رہی تھی۔

3 ''مکتوبات'' (لغوی معنیٰ ''لکھا ہوا''، خطوط کا مجموعہ) یہ خطوط صوفی معلّموں نے اپنے مریدوں اور ساتھیوں کو تحریر کیے تھے۔ اگرچہ یہ خطوط مذہبی حقیقت و سچائی کے متعلق شیخ کے تجربے کو بتاتے ہیں جس کو وہ دیگر لوگوں کے ساتھ بانٹنا چاہتے تھے۔ ان میں وہ قبول کنندہ کی زندگی کے حالات کو منعکس کرتے ہیں اور روحانی و دنیاوی دونوں کی انتہائی آرزو اور مشکلات کے ردّعمل کو بیان کرتے ہیں۔ سترھویں صدی کے مشہور نقشبندی شیخ احمد سرہندیؒ (متوفی 1624) کے تحریر کردہ خطوط معروف بہ ''مکتوباتِ امام ربانی'' پر دانشوروں میں اکثر بہت زیادہ بحث ہوتی ہے جس میں شیخ کے نظریات موازنہ اکثر اکبر کی روادارانہ اور غیر فرقہ وارانہ نظریات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

4 ''تذکرہ'' (لغوی معنیٰ 'ذکر کرنا' اور یادداشت رکھنا؛ صوفیا کی سوانح عمریاں): ہندوستان میں چودھویں صدی میں میر خورد کرمانی کی تحریر کردہ کتاب ''سیَر الاولیا'' پہلا صوفی تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ بنیادی و نظریاتی طور پر چشتی صوفیا کے متعلق ہے۔ سب سے مشہور تذکرہ عبدالحق محدّث دہلویؒ (متوفی 1642) ''اخبار الاخیار'' ہے۔ تذکروں کے مصنفین کے مدّ نظر اکثر اپنے سلسلے کو مقدّم ثابت کرنا تھا اور اپنے روحانی شجرے کی عظمت قائم کرنی تھی۔ ان میں اکثر بہت سی تفصیلات ناقابلِ یقین اور عجیب و غریب عناصر سے بھری پڑی ہیں۔ پھر بھی یہ مؤرخین کے لیے بہت قیمتی ہیں اور صوفی روایات کی نوعیت کو پوری طرح سمجھنے میں معاون ہیں۔

یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ ہر ایک روایت، جس کا ذکر اس باب میں ہوا ہے، اس سے بہت سے ادبی و زبانی ترسیل کے طریقے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کو محفوظ کیا گیا ہے بہت سے ایسے ہیں جن میں منتقلی کے عمل کے دوران ترمیم کی گئی اور دیگر شاید ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔

© NCERT not to be republished

ظاہراً سبھی مذہبی روایات آج بھی پھل پھول رہی ہیں۔ روایت کا یہ تسلسل مؤرخین کے لیے کافی حد تک فائدہ مند ہوتا ہے۔ جیسے انھیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ ہم عصر معمولات کا موازنہ ان کتابی روایات یا پرانی تصویروں میں پیش کردہ روایات سے کرسکتے ہیں اور ان میں آئی تبدیلیوں کو بھی تلاش کرسکتے ہیں۔ اس کے باوجود کیونکہ یہ روایات آج بھی لوگوں کے عقائد اور معمولاتِ زندگی کا حصہ ہیں۔ اس لیے لوگوں کے لیے یہ تسلیم کرنا اکثر ممکن نہیں ہوتا کہ وقت کے ساتھ ان روایات میں تبدیلیاں آئی ہوں گی۔ مؤرخین کے لیے اس طرح کی تحقیقات کے ساتھ اثر پذیری کے متعلق یقین کے ساتھ کہنا ایک چیلنج ہے۔ اگرچہ پھر بھی روایات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوسری دیگر روایات کی طرح مذہبی روایات بھی وقت کے ساتھ متحرک اور تبدیل پذیر ہوتی ہیں۔

ٹائم لائن
برصغیر ہند کے کچھ اہم مذہبی رہنما

تقریباً 500 سے 800 عیسوی	تمل ناڈو میں اپّار، سمبندر، سندر مورتی
تقریباً 800 سے 900 عیسوی	تمل ناڈو میں نَمّلوار، مانکّا وچاکر، انڈال، تونڈراڈِپوڈی
تقریباً 1000 سے 1100 عیسوی	پنجاب میں الہجویریؒ؛ داتا گنج بخشؒ؛ تمل ناڈو میں رامانجاچاریہ
تقریباً 1100 سے 1200 عیسوی	کرناٹک میں بسوانّا
تقریباً 1200 سے 1300 عیسوی	مہاراشٹر میں جنن دیو، مکتابائی؛ راجستھان میں خواجہ معین الدین چشتیؒ؛ پنجاب میں بہاؤالدین زکریاؒ اور فریدالدین گنج شکرؒ؛ دہلی میں قطب الدین بختیار کاکیؒ۔
تقریباً 1300 سے 1400 عیسوی	کشمیر میں لال دید؛ سندھ میں لال شہباز قلندرؒ؛ دہلی میں نظام الدین اولیاؒ؛ اتر پردیش میں رامانند؛ مہاراشٹر میں چوکھا میلا؛ بہار میں شرف الدین یحییٰ منیریؒ

© NCERT not to be republished

تقریباً 1400 سے 1500 عیسوی	اترپردیش میں کبیر؛ رائے داس، سورداس؛ پنجاب میں بابا گرونانک؛ گجرات میں ولبھ آچاریہ؛ گوالیار میں عبداللہ شطاریؒ؛ گجرات میں محمد شاہ عالمؒ؛ گلبرگہ میں میر سید محمدؒ گیسودراز؛ آسام میں شنکر دیو؛ مہاراشٹر میں تکارام
تقریباً 1500 سے 1600 عیسوی	بنگال میں شری چیتنیہ؛ راجستھان میں میرابائی؛ اترپردیش میں شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ؛ ملک محمد جائسی؛ تلسی داس
تقریباً 1600 سے 1700 عیسوی	ہریانہ میں شیخ احمد سرہندیؒ؛ پنجاب میں میاں میر
نوٹ: وقت کی ترتیب ان معلّموں کے اُس قریبی عہد کو ظاہر کرتی ہے جس میں وہ بقیدِ حیات تھے۔	

100۔150 لفظوں میں جواب دیجیے۔

1۔ مثالوں کے ساتھ وضاحت کیجیے کہ مسلک کی تکمیل سے مؤرخ کیا معنی مراد لیتے ہیں؟

2۔ کن معنی میں آپ غور کرتے ہیں کہ برِّصغیر ہند میں مساجد کا فنِ تعمیر؛ عالمگیر تصوّرات اور مقامی روایات کے آمیزہ کو ظاہر کرتا ہے؟

3۔ بے شرع اور ''باشرع'' صوفی روایات میں کیا مماثلت اور اختلافات ہیں؟

4۔ الوار، نینار اور ویشنویوں نے کس طرح ذات پات کے نظام کی تنقید کی؟ بحث کیجیے۔

5۔ کبیر یا بابا گرونانک کی اہم تعلیمات کو بیان کیجیے اور یہ تعلیمات کس طرح سے منتقل ہوئیں؟

مندرجہ ذیل پر ایک مختصر مضمون (تقریباً 250 سے 300 الفاظ پر مشتمل) لکھیے۔

6۔ صوفی ازم (تصوف) کی خصوصیات کو بیان کرنے والے اہم عقائد اور تعلیمات پر بحث کیجیے۔

7۔ حکمرانوں نے کیوں اور کیسے نینار اور صوفی روایات سے رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی؟ تجزیہ کیجیے۔

© NCERT not to be republished

8- بھکتی اور صوفی دانشوروں نے اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لیے مختلف زبانوں کو کیوں اپنایا؟ مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

9- اس باب میں شامل کوئی پانچ ماٰخذ کو پڑھیے اور ان میں بیان کیے گئے سماجی اور معاشی تصوّرات پر بحث کیجیے۔

نقشے کا کام

10۔ ہندوستان کے نقشے پر تین صوفی درگاہوں اور مندروں سے ربط و ضبط رکھنے والے تین مقامات (وشنو، شیوا اور دیوی سے مربوط ایک ایک مندر) کی نشاندہی کیجیے۔

پروجیکٹ (کوئی ایک)

11۔ اس باب میں مذکور دو مذہبی معلّموں، دانشوروں، صوفی، سنتوں کا انتخاب کیجیے۔ ان کی زندگی و تعلیمات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔ ان کے علاقے، عہد اور جہاں انھوں نے زندگی گزاری اور ان کے اہم خیالات کے متعلق ایک رپورٹ تیار کیجیے۔ آپ ان کے متعلق کیا جانتے ہیں اور آپ کیوں یہ سوچتے ہیں کہ وہ اہم ہیں۔

12۔ اس باب میں مذکور درگاہوں کے ساتھ مربوط زیارت کے معمولات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔ کیا یہ زیارتیں ابھی تک کی جاتی ہیں؟ ان درگاہوں کی زیارت کون لوگ کرتے ہیں؟ وہ یہ زیارت کیوں کرتے ہیں؟ ان زیارت گاہوں سے وابستہ کون سی سرگرمیاں ہیں؟

مزید معلومات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے:

رچرڈ ایم۔ ایٹن (مرتبہ)، 2003
India's Islamic Traditions.
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی۔

جون اسٹریٹن ہاؤلے، 2005
Three Bhakti Voices Mira bai, Surdas & Kabir in their times and ours.
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

ڈیوڈ این۔ لوریزن (مرتبہ)، 2004
Religious Movements in South Asia 600-1800
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

اے۔ کے۔ رامانوجن، 1981
Hymns For The Drowning.
پینگوئن، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

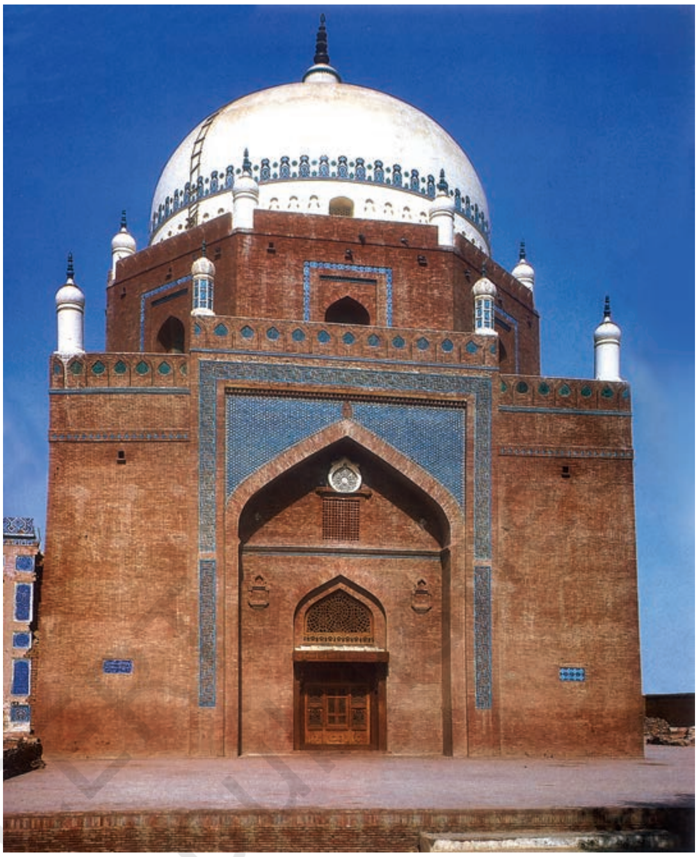

شکل 6.18
شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی درگاہ،
ملتان (پاکستان)

اینی میری شیمیل، 1975،
Mystical Dimensions of Islam.
نارتھ کرولینا یونیورسٹی پریس، چیپل ہل۔

ڈیوڈ اسمتھ، 1998
The dance of Siva: Religion Art and Poetry in South India.
کیمبرج یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

شارلوٹووڈے ولے، 1997،
A Weaver Named Kabir.
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

مزید معلومات کے لیے آپ ویب سائٹ پر رابطہ کر سکتے ہیں
http://www.alif-india.com

© NCERT not to be republished